

سوانح
حضرت
علیہ السلام



استداتیہ: زبیرۃ العُلما سیدنا امہدی لکھنوی
مُصنّف: محقق عصموالنا سید نجم الحسن قبلہ عابدی

قائدنا ذاك الخميني عظيم الشان
الها الخفظاء لنا بحرمة القرآن

فلمت سے نور کی طرف کیوں کر آتے ہیں، ہر اول نوح حسین کی آمد اور پہلا

جنگل سکینہ
مہر الف آیتوں کی طرف سے

سوداع جیا
جناب
علیہ السلام

طبع دوم مع اضافات

مصنف

محقق عمر مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ عابدی فیض آبادی

ابتدائیہ

زبدۃ العلماء سید آغا مدنی لکھنوی

رحمت اللہ تک ایجنسی
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، گھاٹ دروازہ کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	پرچہ	صفحہ نمبر	عنوان	پرچہ
۲۹	عزہ بن کبوش	۱۸	۳	ماشاء اللہ	۱
۲۹	روضہ	۱۹	۵	حقو حال سید نجم الحسن عابدی	۲
۳۰	روضہ مبارکہ اور شاہان اودھ	۲۰	۷	فتوحہ تہر حسین بدایونی کا ارشاد	۳
۳۲	درد و راز نقاب بردن ہرنے کا راز	۲۱	۸	عرض ناشر	۴
۳۳	شہید کے پسماندگان	۲۲	۱۰	ابتدائیہ	۵
۳۹	مصادر	۲۳	۱۲	بیت تہر کا کا قاصد رُخ	۶
۳۹	باب المراثی	۲۴	۱۳	مقدمہ توبہ	۷
۴۵	الحرمین یزید الریای	۲۵	۱۵	فائدہ	۸
۴۵	حُر کا خاندان اور ذاتی شخصیت	۲۶	۱۷	مقدمہ حکومتِ جاہلیہ عقب	۹
۴۹	حُر کی ولادت کے سلسلے میں	۲۷	۱۸	مقدمہ مہمان	۱۰
۴۹	حُر کے اہل حرمین کے ساتھ باری حالاً	۲۸	۱۹	مقدمہ فسق و عزم	۱۱
۵۴	حُر کی آنکھ اب کھلی	۲۹	۲۰	مقدمہ بہشت	۱۲
۶۲	لطیفہ	۳۰	۲۳	خاندان اور قبیلہ	۱۳
۶۶	روز عاشورہ اور حُر	۳۱	۲۳	خصوصیات ذاتی	۱۴
۶۷	بصرہ منابِ حضورؐ نگار	۳۲	۲۷	تیری سالِ تہرے ماتم میں شیخ کا راز	۱۵
۷۱	حُر کی شجاعت	۳۳	۲۸	غنی بن حُر	۱۶
۷۹	حُر کا ماتم اور مرتبہ	۳۴	۳۸	مصعب	۱۷

مذہب سے پون صدی پہلے اس نظریہ کے تحت کام شروع ہوا تھا کہ شہداء اگر بلا میں جس
شہید کی لائف پر قلم اٹھانا دشوار گزار ہو اس کی تشکیل کے بعد آگے بڑھا جائے چنانچہ
شاہزاد علی الشفر کی کتاب سے زبدۃ العالمین نے اپنے جدا مجد کے مکان واقع انرون بارغ
ممتاز العلماء عقب مسجد حسین لکھنؤ سے ابتداء کی اور اصحاب امام مظلوم میں شاہ ہیر شاہ کے متنا
بیستہ شجاعت کے شیر جناب عباس شاکرؒ اور جناب یزید بن زیاد کنڑیؒ ایسے افراد کو مقدم کیا
گیا جن سے عوام واقف نہ تھے اور محرم ۱۳۵۲ھ میں اسی اسلوب سے حضرت عمرؓ کا حال بھی
”الواعظ“ کے صفحات میں درج ہوا جو نوسس مظلوم کے قائم کئے ہوئے سرور دتھے مگر یہ
ذخیرہ کتابی صورت میں آنے نہیں پایا۔ الحسینؑ اور اس کے عنایت سے فارغ ہوتے ہوئے
گر بلا والوں پر ۱۹ کتابوں میں علاوہ دیگر تصنیفات کے، دو عمر طبعی تک پہنچے۔ بیماریوں
نے گھیرا آنکھوں کی روشنی ختم ہونا شروع ہوئی۔ خاموشی کے لمحات میں سوچتا کہ حضرت
عمرؓ کا رال چھپتا جو حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب عابدی مرحوم منصور کے زور قلم کا
نتیجہ اور ایک تحقیقی ٹھوس مقالہ ہے اور مدیر ”الواعظ“ کا وہ تعاون ہے جو اب
ایک یادگار کی حیثیت رکھتا ہے اس مقالہ کو چھاپنے کا ارادہ ہوا اور حجۃ الاسلام حضرت
مولانا یاسر آغا مہدی صاحب قبلہ نے پیش نظر کے طور پر جو صفحات لکھے اس میں شک
نہیں کہ وہ معلومات کا ایک خزانہ ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ بستر مرض پر تھے بصارت
جواب دینے والی تھی مجلس امامیہ پاکستان عیادت کے لئے آئے اور آپ نے ان کو دے کر
بہترین تعاون کیا اور محترم کارکنان نے ۸۰ صفحات پر چھاپ پر شائع کیا لیکن باب المراتی

طباعت سے رہ گیا اور کتابت کے اغلاط نے بھی محترم کارکنان کو افسردہ کیا۔ کاش وہ اشعار واپس ملتے تو مصنف کو دوبارہ قلم اٹھانے کی زحمت نہ دی جاتی۔ یہ قدرت ایزدی ہے کہ وہ لاتعداد اہل ایمان کی دعاؤں سے انھیں خدمات میں سنبھلتے ہیں اور چھوٹا ہوا کام بلندترتی سے شروع ہوتا ہے اس عرصہ میں شافی مطلق نے آنکھوں کا نور پلٹایا اور ایقانہ نذر کا معزز ہدیہ جس کا نام تاریخی بھی ہو سکتا ہے ”نورِ نظر“ زندگی کافی حضرت علی اکبر چھپ کر تیار ہوئی اور پیکرِ علم مصنف نے چند دن کی مصروفیت کے بعد کچھ ضروری اضافات بھی کئے اور مجلس امامیہ کی اولین پیشکش کی ہم کو اجازت دی۔ اور ہم مجلس امامیہ رضویہ سوسائٹی کے علم دوست افراد کی وسعت خیال کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے مکمل حالات حضرت حر کے قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس سیرت کے مصنف علامہ عابدی مرحوم و منقرہ سہی ہیں ان کی خدمت دین میں ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں ہے صرف پیش لفظ نظر ثانی کے بعد ترتیب دیا گیا ہے اور جناب مصنف کا محقر حال بھی ہونا اشد ضروری تھا وہ جمعیت خدام عزا کراچی کی مجلس علمینہ نے ترتیب دیا جو اصل شاہکار شروع ہونے سے پہلے آپ ملاحظہ کریں گے۔

مگر قبول افتد زبے عز و شرف۔

خادم قوم: اکبر بن حسن

۳ مارچ ۱۹۸۴ء

حضرت علامہ سید نجم الحسن عابدی مرحوم فیض آبادی

وفات ۱۹۷۶ء

بھارت میں علم و عمل کے چراغ بجھتے جاتے ہیں اور جہاں مذہب میں وہ رخنہ ہے جو دور نہیں ہو سکتا۔ مقدس ترین عالم وطن فیض آباد آقا ست گاہ ریاست محمود آباد ضلع سینا پور نام نامی مولانا سید نجم الحسن عابدی جو تقویٰ و طہارت کے اوصاف پر مستزاد جید عالم، اہل قلم و خطیب اور قادر الکلام تھے۔ پینتیس روپے ماہوار میں آغاز حیات ہوا۔ وہ پانچ روپے اپنی والدہ معظمہ کو دے کر تیس روپے میں زندگی بسر کرتے۔ عیال جب ٹیکہ میں ہوں تو بچپن روپے ماہوار ہر ماہ میں بھیج کر صرف پانچ روپے کے آرگنڈم پر گڑ کے ساتھ روٹی کھا کر بسر کرتے تھے۔ ہمیشہ دو جوڑے کپڑوں پر اکتفا کی۔ اس طرح اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ گارڈ بن کر ریلوے میں سروس کی ایک عرصے کے بعد کالونی اسکول میں فارسی پڑھوئے۔ تعلیم کے اوقات میں ذاتی ذکر کبھی زبان پر نہ آیا طلبہ کو دلنشین الفاظ میں درس دیتے تھے۔ انسپکٹر تعلیم سے ان کے غیر معمولی گراں گویش ہونے کی بعض حاسدوں نے شکایت کی۔ اس نے طرز تعلیم دیکھ کر سب مدرسین پر ترجیح دی۔ سرکاری نوکری کا دور ختم ہونے پر ریاست کے قدر والی راجہ نے مکتب خانہ سپرد کیا۔ وہ اس سے پہلے میدان قلم کے جہاد کے عادی ہو چکے تھے ملک کے طول و عرض میں ان کے شاگرد ستاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت سے مجالس پڑھیں اور عمر بھر خالص علمی اور واعظانہ تقریریں مع فضائل و مضائب لکھ کر

عظیم ذخیرہ چھوڑا جو ان کے لائق فرزند کو باقی رکھنا چاہیے۔ نامہ نگاران اُلوا عظیم صرف وہ تھے جن کے مقالات پر ایک لفظ کی ترمیم و تنسیخ نہیں ہوئی۔ سیرت نگاری میں کمال ارتقا حق میں کسی سے کم نہ تھے وہ اپنے رہن سہن میں کبھی گوارا نہ کرتے تھے کہ دوست ان کو نادار سمجھ کر خورد و نوش یا پوشش میں مدد پہنچائیں اگر خوش خوراک ہوتے محمود آباد کا دسترخوان کافی تھا راجہ صاحب مرحوم اپنے والد کے وقت کا وابستہ دامن سمجھ کر امداد میں ہچکچاتے تھے۔ غنیمت عالیات کے قیام میں ان کا بوسیدہ لباس دیکھ کر شکستہ دل ہوئے اور مصاحبین نے یہ تدبیر کی جب حمام جائیں تو عراق کے غسل خانے میں ان کے بوسیدہ کپڑے غائب کر کے نیا لباس رکھ دیں وہ جب برآمد ہوئے لباس نو دیکھ کر جمائی سے اُلجھے لنگی باندھے برآمد ہوئے بعد وقت اس نے راز بتایا اور جسم تک نئے کپڑے پہنچے۔ عبدالصالح (سوانح حضرت عباسؑ) اور تذکرہ حضرت زینبؑ میں ان کے تحقیقات بڑے احترام سے موجود ہیں۔ مسجد تحسین چوک لکھنؤ کی نماز ظہر میں اولاً کو ان کی شرکت شوق جماعت اور کردار کی بلندی کا اعلیٰ ثبوت ہے علم و عمل میں وہ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

وہ زندگی پھر دین اور علم دین اور امت مسلمہ کی بے لوث اور خاموش زہمت انجام دیتے رہے ہر طبقہ اور ہر حلقہ میں یکساں محترم تھے ان کا فوٹو پاکستان کے کسی محترم نبر میں شائع ہو چکا ہے آج وہ اپنی قلمی خدمات سے زندہ ہیں۔ تاریخ اسلام پر ان کا مقالہ جو لکھنؤ سے جمعیت خدام عزاء کے آخری نشریہ مقبول عالم جنوری ۱۹۶۰ء میں چھپا تھا وہ تحقیقی صفحات ہیں جو اپنی آپ نظیر ہیں۔ آخری عمر میں مرحوم کا قیام ریاست محمود آباد کے محلہ خدنگ میں تھا۔ اب صحیح معنوں میں خزانہ عامرہ الہی سے منتعم ہیں افرادِ سورۃ فاتحہ سے روح کو شاد کریں اور ان کا طویل مقالہ پڑھیں جس کو اصل کتاب کا حربہ دیا گیا ہے۔

سید مختار حسین زیدی محمود آبادی

سیدنا سکینہ
 جہاد پارلر

ادبجے رسالہ نوبہاد کو اچھے میں

مفتی تہور حسین بدایونی مرحوم کا ارشاد کتابوں کی اسنادیت پر تفریقین کے اتحاد و یکجہتی کا مثالی مظاہرہ

مشہور عالم زبدۃ العلماء سیدنا فاضل صاحب لکھنوی نے شمار کتابوں کے مصنف
 جید عالم اور پرجوش اثناعشری مبلغ ہیں سخت تعجب اور حیرت و استعجاب کا محل ہے کہ
 مسلمانوں کے پاس شہداء و کربلا کی سیرت کتابیں شکل میں نہیں ہے۔ حالانکہ مسلمانوں نے
 سیرت نگاری کو علمی اصولوں پر مرتب کر کے تاریخ نگاری میں نئے باب کا اضافہ کیا اصول
 روایت و روایت کو ترتیب دیا۔ اسما و الرجال کے دفتر مرتب کئے۔ مولانا کی ذات با
 برکات لائق تحسین و ستائش ہے کہ انھوں نے اس بارگراں کو اپنے کاندھوں پر اٹھانے کی
 جرأت کی مولانا نے تاریخ شاہزادہ علی اصغر، حالات عون بن علی اور سوانح زہیر ابن قین
 زید طبع سے آراستہ کر چکے ہیں حبیب ابن مظاہر اسدی کی سوانح عمری جمعیت کا ۲۶۷واں
 شمارہ کا ہے ایسی عظیم المرتبت ہستی کی سوانح کوئی بزرگ ہی لکھتا۔ یہ شرف حضرت مولانا
 کو حاصل ہوا جو اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے زیر طبع ثانی پر سید کلاب عباس صاحب
 ایڈوکیٹ جنرل سیکرٹری آل انڈیا شیوہ کالفرنس کا تبصرہ بعنوان شہدائے کربلا کی سوانح عمری
 اور ہامی مجالس معرکہ نینیز ہے جس کے سطور ذیل خصوصی توجہ اور التفات کے مستحق ہیں
 کاش بھلے پڑتکلف تبرک اور دیگر نمائشی کاموں کے جو ہماری مجالس میں ہوتے ہیں ہم
 اپنی مجالس کو اغیار کی شرکت کے قابل بنا کر ایسے رسالوں کو ان مجالس میں اہل ذوق کو

تقسیم کر کے حسینی مشن کی تبلیغ کرتے ہوئے اور ان قابلِ قدر ہستیوں کو ان کا گردیدہ بناتے

آجکل آیامِ عزامیں اگر اس طرٹ مومنین توجہ کریں تو بہت کچھ اشاعتِ ان
برگردیدگانِ خدا کے حالات کی ہو سکتی ہے کیا یہ میری تخمیف آواز قابلِ سماعت ہوگی مثلاً
خان بہادر صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی۔ اگر یہ سلسلہ شروع کیا جائے تو ایک

گرانقدر علمی کارنامہ ہوگا اور اہل علم کو تاریخ کے کچھ بیش قیمت گم گشتہ اوراق دستیاب
ہو جائیں گے۔ بڑا کٹھن اور صبر آزما کام ہے شخص واحد پر اس سلسلہ پر تکیہ کرنا اور

باخصیص ریشے شخص پر جو پیرانہ سالی کی بنا پر بے حد ضعیف، کمزور، ناتواں ہو بڑی زیادتی
ہوگی اس میں کلام نہیں کہ مولانا اپنے فضل و کمال کی بنا پر اسے بطریقِ احسن انجام دینے

کی صلاحیت رکھتے ہیں کیا یہ نامناسب ہوگا کہ کوئی ادارہ اس کام کو اپنے ذمے لے اور
مولانا اس کی نگرانی فرمائیں ان تصانیف کی اور زیادہ مانگ ہوگی زیادہ مقبول ہوگی

اور زیادہ سے زیادہ ان تصانیف سے استفادہ حاصل کیا جائے گا اگر ان میں اختلافی بحثیں نہ
چھیڑی جائیں اختلافی مسائل کو نظر انداز کیا جائے اور تقنا زمرنی حوالحات سے گریز کیا جائے

یہ کام قدر سے دشوار گزار اور صبر طلب ضرور ہے لیکن منفعت بخش زیادہ ہے اس
لحاظ سے بھی کہ اس سے مقابلہ نہیں زیادہ تبلیغ کا کام ہوگا اور لوگ کا حقا ان اہل علم

کے کارناموں سے روشناس ہو سکے جن کے متعلق کچھ نہیں جانتے یا اگر جانتے ہیں تو بڑے
نام۔ اور ان کے ماخذ بھی بالعموم غیر مستند، ضعیف اور ساقط الاقتبار ہیں اثنا

عشری حضرات کے لئے یہ کتاب نادر اور بیش بہا تحفہ ہے کسی نجی جماعتی کتب خانہ میں اس
کا نہ ہونا متعجب ہے اور ایک علمی تاریخی اور تحقیقی کارنامہ سے واقفیت کا ثبوت ہوگا۔

آج نہ مفتی آہور حسین موجود ہیں جو اپنے فرقہ کے قائد تھے
عرضِ ناشر

ذخان بہادر صاحب زندہ ہیں جن کی تحریک کو سراہا اور
عزاداری سے شغف کا مزید ثبوت دیتے ہوئے تبرک کی تقسیم میں جو لگن تھی اور اس

کی تصویر کھینچی جب حیثیت سے یہ الفت تھی اور شہداء کو بلا کی تعریف میں ان کی زبان
 قاصر تو وہ ہمارے بھائی تھے۔ یہ تعداد ۲۱ کتب تک خدانے پہنچائی اور سربراہ ادارہ کی
 فعال ہستی ۱۹۲۶ء میں خود محسوس کیا تھا کہ تنہا یہ کام انجام نہیں پاسکتا، مولانا نجم الحسن
 صاحب فخر ملت کراچی سے حضرت عباسؑ پر کتاب لکھوائی اس وقت وہ اپنی طالب علمی کے
 مبارک دور میں تھے اور دوسرے فاضل مغربیات ذاکر حسین تاروٹی اپنے تئیں فاضل سے
 شاہزادہ علی اکبر پرنس ان کی لائف کی تشکیل کی اور جس کتاب پر یہ ابتدا یہ پیش کردہ ہیں
 وہ بھی اسی تجویز کے رکن فیض آباد کے روشن چراغ مولانا سید نجم الحسن صاحب حادی
 مرحوم کا قلمی نقش ہے۔ زبدۃ العمار کے طویل اضافہ کے بعد اب یکجا ہو سکا ہے اور اس
 ٹھوس تحریر نے بتایا ہے کہ ظلمت سے نور کی طرف کیوں نکرتے ہیں۔ یہ حضرات ایک ایک پیش کش
 کے بعد جو یقیناً ان کی صمیم یادگار ہے ان کے دیگر مشاغل نے آگے نہ بڑھنے دیا اور خان بہاد
 صاحب مرحوم کی تجویز بھی ادارہ کی طرف سے معمول پر رہی۔ کانپور کے پر خلوص تومی راہنما
 مرزا امجدی رضا صاحب مرحوم کی رفیق حیات کی مجلس فاتحہ خوانی پر امام باڑہ سجادیر میں
 تبرک قرار دے کر سوانح زیب النساء تقسیم ہو چکی ہے اور میری چھاپی ہوئی کتاب خیرات حسن
 کی ۱۰۰ جلدیں تبرک کی جگہ لاہور کی بارگاہ میں تقسیم کے لئے فخر ملت مصنف اعظم ابوالنظر
 مولوی محمد بخش صاحب قبلہ اسدی جعفری کے دفتر میں حال میں تشریف لانے پر حاضر کی گئیں
 اور عرب کا مقولہ یاد آیا۔ ایشیائی قومہ کالبتی فی امتہ بڑے بوڑھے اپنی قوم میں خورد کے
 لئے نبی کے ایسے قابلِ تکمیل ہوتے ہیں اس مجازی حقیقت کے بعد قلم روکتا ہوں اس نعرہ بکیر پر

اللہ اکبر عینی رہبر خدا یا خدا یا ۵ تا انقلاب ہدیٰ خمینی را نگہدار

اکبر بن حسن

۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء

ابتدائیہ

زبدۃ العلماء سید آغامدی لکھنوی

تُر عربی زبان کی ایک چھوٹی سی لفظ ہے جس میں صرف دو حرف ہیں بے نقطہ کے جمع اس کی احرار اور معنی یہ ہیں کہ وہ جو آزاد ہو غلام نہ ہو، یہ تو اس وقت ہے جب حروف تہجی کے چھٹے حرف ح کو پیش ہو اور اگر اس ح آپر زبر ہو تو معنی گرمی کے ہوں گے حریت مصدر ہے جس کے معنی آزاد ہونے کے ہیں قومی درد رکھنے والے مقرر، اہل قلم موضوع پر زیادہ سے زیادہ لکھ اور بول سکتے ہیں۔ ابجد کے حساب سے اس کے ۲۰۸ عدد ہیں اور اسماء الہی میں اس کا ہم عدد کوئی ایک نام نہیں ہے قرآن شریف میں لفظ بجنسہ موجود ہے ”الححر بالححر والعبد بالعبد“ اگر لفظ کو اُلٹ دیں تو رُح ہو جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں اُن پر رحمت خدا ہو۔ اہل زبان عرب کہ بلائے معلیٰ سے جب حر جانے والی سواریوں کو پکارتے ہیں تو میں نے اپنے کان سے سنا کہ حراً کہتے ہیں۔ اس زیادتی کا ان کو اختیار حاصل ہے۔

چھوڑے ہوئے دیس لکھنؤ کے محلات شاہی میں جب کوئی شخص چلا جائے تو اس کے پلٹ کر نہ آنے پر عورتیں مرد کہتے ہیں کہ حُر ہو گیا۔ یہ استعمال وہ تاریخی اشارہ ہے جس سے عوام کی حسین دوستی پر دلیل ملتا تھا آتی ہے۔ یہ ہمارے گھرانے میں پانچ پشت کی عزاداری میں کوشش کا نتیجہ ہے کہ عوام زندگی کے ہر لمحہ میں امام مظلوم کو نہ

بھولے جمعیت کی مجلس مصنفین کے بلند اکان تحقیق لفظ میں کہتے ہیں :-

(۱) حُر: HUR یہ لفظ اصل میں عبرانی ہے۔ اس کے معنی آزاد اور شریف کے ہیں۔ انگریزی زبان میں بھی یہ لفظ بعینہ آواز کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اور یہی معنی الٰہی برتر رکھے ہیں۔

یہ لفظ عام مستعمل نہیں ہے بلکہ یہ بائبل میں استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ بطور اسم ہی کے استعمال میں لایا گیا ہے جیسے AARAU AND HUR ARE WITH YOW... EX24/17 اس کے علاوہ سواہی زبان میں HURU اور اس کے معنی بھی آزاد ہی کے ہیں۔ (سید محمد شاہ)

(۲) تقریباً ۲۰ برس قبل کراچی میں ایک انگلش فلم کی نمائش ہوتی تھی جس کا نام BEN HUR تھا۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری ابن حُر نامی کے حالات پیش کئے گئے تھے جس پر بعض مذہبی طبقوں کی طرف سے یہ اعتراض اٹھایا گیا تھا کہ یہ فلم عیسائیت کی تبلیغ کے لئے بنائی گئی ہے۔ اس لئے اس کی نمائش منسوخ کی جائے۔
(فیض یاب علی)





قرآن حکیم کی آیت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ہمارا رسول فرعون کی طرف جانے والے مرسل کا ایسا ہوگا اور حدیث بھی تائید کرتی ہے کہ جو کچھ اگلی امتوں میں ہوا وہ اس امت میں ہوگا تو حضرت رسولؐ کی امت کے خزرگشتہ اصحاب میں اپنے عزت و کمال کی وجہ سے بڑھے چڑھے اور اسم بائبل میں اس وقت ہوئے جب وہ یزید کی غلامی سے آزاد ہوئے اس سے پہلے وہ حُر نہ تھے۔ سب میں ایک بہت بڑا قبیلہ حُروں کا ہے جو مدت دراز سے پائے جاتے ہیں۔ میرے علم میں مسلمانوں میں کسی کا نام حُر نہیں پایا گیا اس کی مثال یہی ہے کہ چودھویں رات کے چاند کو سب دیکھتے ہیں مگر ستارہ کوئی بدر کی موجودگی میں دیکھا نہیں جاتا یہ عقیدت ہی تھی کہ مشہور اساتذہ نے حُر کے حال میں

مرثیے کہے مگر کسی باپ نے بیٹے کا نام حُر نہیں رکھا دامنِ شیعیت پر یہ ایک دہبا تھا جس کو اسی اُڑھی ہوئی بستی کے ایک ادیب اور اہلِ قلم اور سیدِ آلِ رسولِ محمد امیرِ امام نے اپنا تخلص حُر قرار دے کر قوم کی عزت رکھ لی جن کے مضامین آپ پڑھا کرتے ہیں۔

سیرتِ حُر کا خاص رُخ

اسی زاویہٴ نگاہ سے ہم کسی تقریر میں برسرِ منبر کہہ چکے کہ کربلا کا سب سے چھوٹا شہید وہی ہے جس کی توبہ آغازِ ایمان اور شہادت میں کم سے کم فاصلہ ہے قدر شناس امام نے حُر کی خطا جس وقت معاف کی اس وقت سے ان کی روح نکلنے میں کتنا وقفہ تھا وہ زندگی قابلِ ذکر نہ تھی جو حکومتِ شام کی نمک خواری میں صرف ہوئی۔ حیات وہ ناز کے لائق ہے جو بے آب و دانہ جہانی میں گزری۔

مشرقی علوم ختم ہوتے جا رہے ہیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ خطوطِ معجزہ میں حُر کیونکر لکھا جائے دانشوروں نے صیغہٴ راز کی کامیابی امورِ مملکت اور تندرست منزلِ حالات کی تقشیش اور سراغِ رسانی یا میدانِ جنگ میں اپنے ارادوں پر غیر مطلع نہ ہو۔ خطوطِ ایجاد کئے جس کو منزلِ عشق کے راہرو نے اپنایا اور پورا فائدہ اٹھایا اگر آپ چاہیں کہ آپ کا ارادہ عام نہ ہو تو اسلاف کی محنت کی داد دیں۔

(۱) خطِ سرو میں حُر دو طرح لکھا جاسکتا ہے مفرد اور مرکب، مفرد جس میں ہر حرف کا اشارہ الگ الگ ہے اس طرح  اور مرکب کی مثال یہ ہے جس کو ماہرین نے بہتر سمجھا ہے  (۲) حُر کی لفظِ خطِ ہند سے اس طرح لکھیں گے  (۳) خطِ طلسم کی بہت سی قسمیں ہیں جس کی تفصیل ہم نے باغ و بہارِ تلمی اپنی کتاب میں کی ہے ایک طلسم یہ ہے  عملیات اور تعویذ اسی خط میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح خطِ نظیرہ اور دوسرے خطوطِ معجزہ میں بھی حُر لکھا جاسکتا ہے۔

فائدہ: ہم نے سیرت نگاری میں ہر شخص کی لائف پر قلم اٹھاتے ہوئے ناموں کا تجزیہ اور اس فلسفہ پر بحث نہیں کی اپنی ناچیز رائے پیش کی۔ قول کو فعل سے مطابق ہونا قرآنی حکم ہے اس لئے نام معنوی لحاظ سے غلط نہ ہو زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے اب ناموں میں عباد الرحمن برداشت نہیں ہوتا عبد کی جمع ہے عباد ایک آدمی کا نام کیونکر ہوا قابل غور بات ہے اردو کی آمیزش جن ناموں میں تھی وہ بڑے اچھے تھے نورانی بیابان آج کل کے سیاسی عالم کا نام یا پچھلے (تہذیب میں شیروانی، شعرانی، مردانی سب صحیح ہیں اسی طرح عرب میں بنی کلاب قبیلہ تھا جو مجھے معلوم ہے مگر وہاں کی بات ماہل کے ساتھ جو امام کے در کا گنا ہوتا اضافت میں قرب نجاست گوارا کرے اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ کلب محمد، کلب علی کلب سے نام رکھے گئے۔ میرے سامنے جو سب سے قدیم بنیاد تھی اس کو میں نے اس بحث کی تحت میں الحسین کے حاشیہ پر ظاہر کیا ہے۔ کلب علی نساخ وہ خوشنویس تھے ایران میں قزوین کے رہنے والے جنہوں نے ۳۰۳ھ پورے سو برس اُدھر فقہ کی مشہور کتاب شرائع اسلام لکھی اور طبع شد نسخہ اس کتاب کا ملک میں پایا جاتا ہے۔

براہ کرم اس نجس العین کو اپنے ناموں سے ہٹاؤ۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ایک طرف تو قبائل کی اردو پر ملک کو ناز اور ایسے ملک میں کچھ عقیدت مند لڑکی کا نام کہتے ہیں "غلام فاطمہ" کسی طرح درست نہیں۔ کینز فاطمہ، فاطمہ باندی ہوتا تو غلط نہ تھا۔ کاش لڑکے کو غلام فاطمہ کہتے تو بجا تھا۔ یہ ہے دور انقلاب جس سے ہم گذر رہے ہیں۔ بہترین نام انبیاء، اوصیاء، ائمہ ظاہرین اور شہداء کے بلا کے مقدس ناموں پر نام ہیں جو فرض عقیدت کو بھی ادا کرتے اور تاریخ زندہ ہوتی ہے۔ یہ میرے وہ تاثرات تھے جو کتاب وسنت کی روشنی میں اگر آپ اختیار کریں تو کیا کہنا اور اگر آپ کو میری ناچیز رائے سے انفاق نہ ہو تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ وما علینا الا البلاغ

اس تمہید کے بعد چند مقدمات ضروری ہیں۔

مقدمہ توبہ

بڑی اچھی لفظ اور وہ اطلاق ہے جس میں آغاز و انجام دونوں نظر آتے ہیں گناہ کے بعد شیمانی مطابق فطرت اثر ہے جو کلمے مودود بولد علی فطرۃ الاسلام آن تحت میں ظاہر ہوتا ہے اور ندامت عام توبہ ایسا وسیع موضوع ہے کہ اس پر کئی کئی صفحے سیاد کے جاسکتے ہیں قرآن مجید میں سورہ توبہ بڑے طمطراق کا سورہ وہ آیات ہیں جس میں مدبر عالم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ضرورت محسوس نہ کی مگر بارہ بسملہ وہاں بھی موجود ہے معصوم کن ذات صرف وہ ہے جس سے توبہ کا تعلق نہیں اور جہاں دائرہ عصمت میں توبہ کا ذکر ہے وہ ترک اولیٰ یا مجاز یا ہماری تعلیم اور ہماری زبان میں ایک دستور ہے جو مرتب ہوا حقیقت و حجازاً انبیاء ذوق سلیم کو ہے قرآن کے ڈرونے سورہ طلاق میں توبہ کو ازواج نبی کے لئے بھی نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور تیرہ سو برس پہلے کی بے چاری باہن عورت جب ... تعلیم کا رواج نہ تھا توبہ توڑ دینے کا انانیت تھا بلی کی ایسی توبہ نہ ہو ستر چوہے کھا کر وہ حج کو چلی اس لئے وہاں توبہ فسوح کی قید سے توبہ پر بھر پور روشنی ڈالی ہے فسوح مرد با وفا کی توبہ تفسیل کا مقام نہیں توبہ کو امام زین العابدین علیہ السلام نے سب سے گھوس انداز میں سمجھایا ہے اور یہ دعا بڑی شہیر قدر کو اس رات کے ضروری اعمال میں داخل ہے باطنی سے ناچیز گزشتہ رمضان میں ضنف بصارت میں محروم رہا اگر دولت من نہ ہوتا ہجرت دے کر اعمال شب تیر میں چھوٹ جانے والی دعائیں پڑھواتا مستحبات میں نیابت ہو سکتی ہے وہ دعا جو اب کی نہیں پڑھی اس میں یہ ہی ہے۔

سلامت کشری

اے محبوب اگر شرمندہ ہونا ہے تیری طرف رجوع کرنے کے معنی ہیں تو میں تمام شرمندہ ہونے والوں سے زیادہ شرمندہ ہونے والا ہوں اور اگر تیری مخالفت کو چھوڑنا تو ہے تو میں پہلا توبہ کرنے والا ہوں۔ اور اگر معافی مانگنا گناہوں کے دور ہونے کا سبب ہے تو میں اکیس معافی مانگتا ہوں۔ حشر کی توبہ وہ تھی جس پر ان کا عمل شاہد امام گواہ عینی توبہ گناہ سے ہوتی ہے خواہ وہ چھوٹا گناہ ہو یا کبیرہ خدا توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جناب حشر اس فہرست میں نمایاں ہیں اس لئے کہ امام وقت نے قبولیت کی سند دی ہے محرم مسعود رضا صاحب جو ادبائیں تھے فرماتے ہیں سے بڑھائی توبہ کی توفیر تم نے واہ لے کر بس ایک رات میں پانی نجات کیا کہنا میرا عذر: خون حسین کے استقام لینے والے گروہ کو تو امین کی لفظ سے یاد کرنے کو میں ان مجاہدوں کا مرتبہ گھٹانا تصور کرتا ہوں ان میں کچھ توبہ کرنے والے ہوں تو تسلیم ہے سب ہرگز اس منزل پر نہ تھے قید و بند نے ان کو نصرت اُماک سے محروم کیا شرائط جہاد نہ ہوں تو نا کردہ گناہ اس جماعت میں شامل نہیں ہے۔

فائدہ

انسان کی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ارکان سلطنت اور عوام، پہلے حصہ میں فوجی افسران اور وہ حکام جن کا ماتری سے تعلق نہ ہو۔ زیر بحث وہ طبقہ ہے جو فوجی درجہ پر ہے اس پر بحث کے ساتھ یہ حقیقت سامنے لانا ہے کہ ایک وہ ہے جو زندگی بھر اپنے عہدہ پر برقرار رہا دوسرا وہ ہے جو کسی وجہ سے مستعفی ہوا۔ موخر الذکر طبقہ میں ایک وہ ہے جو خود ہٹ گیا منصب سے، دوسرا وہ ہے جو ہٹا دیا گیا دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثال کے طور پر ہم اپنے دور رفتہ شاہی کے چوڑا داروں میں مستند اول آغا میر وزیر آودھ کا نام لیتے ہیں جو غازی الدین حیدر کے عہد میں ہٹائے

۱۹۷۰ء طبع اول

گئے یہ بڑی بلند مثال تھی اس سے پست یہ ہے کہ والد مرحوم نے داروغہ میر باو علی مرحوم کو ان کے منصب سے ہٹایا وزیر اودھ کی ۱۰ دسمبر ۱۸۶۷ء میں معزولی تاریخ لکھنؤ میں دیکھو حقیقت کیا تھی کسی رشتہ دوانی نے عزلی کا روز سیاہ دکھایا یا انتظامات قابل اعتراض تھے واللہ اعلم ہم کو یہ سچ کرنا نہیں خود ہمارے گھر کا یہ واقعہ تھا کہ مرحوم داروغہ کا رویہ احسان فراموشی تھا جو برداشت نہیں ہوا بہتر تھا جو ہوا۔ منصب سے خود ہٹ جانا اس وقت ہوتا ہے جب اپنے با اصول زندگی پر ضرب آنے کا ڈر ہو اس تہید کے بعد یہ مقصد سامنے آجاتا ہے کہ حرفوج شام سے ہٹائے نہیں گئے خود ظلم اور باطل سے کنارہ کش ہونے جو عین عقل اور مطابق مذہب تھا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے روزمرہ میں انہوں نے خود نوکری چھوڑی چھڑائی نہیں گئی۔ میرانیسی جو صرف مرثیہ گو نہ تھے بلکہ مصلح اعظم اور اردو نواز ان کا یہ فرمانا ہے

جب تعلق نہ رہا مرد سبکدوش ہے پھر نوکری چھوڑی تو اتنی ہی ہوئی پاپوش ہے پھر
یزیدیت پر وہ ضرب بھی جوتا قیامت دلوں سے محو نہ ہوگی اور اس مثال نے اردو
کے محاورہ کوتا ابد زندہ رکھا ان کے مصرع کے بعد نہ ان کے کسی ہم عصر نے یہ گوشہ اختیار
کیا نہ مابعد کا ذہن یہاں تک پہنچا۔ پوتہ انیس یعنی خورشید حسن عرفی دولہا صاحب غرض
مرحوم نے اپنے مرثیہ میں کہا۔ خط جھاڑ دیتے ہیں گرد جو پاپوش میں ہو۔

یہ مصرع میں نے خود ان کی زبان سے ۲۵ رجب کی مجلس میں سنا۔ صورت حال یہ
تھی مرثیہ خوانی کی مجلسوں میں زیادہ تر اس شاعر کے شاگرد اداسن دیتے یا محلہ کے لوگ یا اس
کی جماعت کے افراد تعریفیں کرتے اور عام سامعین کچھ جاتے کہ مجلس میں رونق کا راز کیا ہے۔ مگر
دولہا صاحب کی مجلس میں عام پبلک یا پوری مجلس تعریفیں کرتی۔ اس مصرع پر ان کا پڑھنا جو
کسی کا انداز ادا نہ تھا۔ ورتہ کہو دادا کے بعد پوتہ ذہن کی پرواز میں حصہ دار ہے چھتیس
پھٹ گئیں، منبر کے پہلو فرسخ کا دالان، بائیں ہاتھ کی طرف بہاراجہ محمود آباد تڑپ گئے اُن کا

اسٹاف جو ساتھ تھا اچھل پڑا۔ شور شرار و صفت مجھے اب تک یاد ہے اور آج میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جو تا بازاری لفظ ہے ہماری تہذیب اجازت نہیں دیتی کہ زبان پر آئے۔ بوٹ اول تو ذمے، نوروز کی فصل میں جب خود سبز لباس پہنے جس کو کپڑے لدا کہہ کر بیچتے ہیں تانیا بوٹ کی لفظ تعریف نہیں ہوگی استعمال ہوتی رہی سر پہ دستار علی پاؤں میں ڈاسن کا بوٹ۔ پاپوش کی لفظ تھی جو ہماری تہذیب میں زبان زد تھی لڑکیوں کے جنہز کی فہرست میں لباس کے بعد پاپوش، بڑے تحسین علی خان مرحوم کے عاقبتی جوڑے میں ۲۹ شعبان کو جو سامان علماء کے یہاں جائے اس میں انگرکھے، کلاہ، ریرجامہ کے ساتھ پاپوش عہدائیس سے لفظ استعمال ہوئی اور جنوبی کراچی میں پاپوش نگر محلہ کا نام وہی استعمال ہے جو اب تک جاری ہے۔

مقدمہ حکومت جابر میں منصب

بڑا مفید موضوع ہے اگر ہم سلف سے آج تک دنیا کا جائزہ لیتے ہیں تو بیشتر سلاطین جابر اور دشمن حق گزرے حکومت غیر باطلہ کا منظر بہت کم اور شاذ و نادر ہے اس ہلاکت آفریں عہد میں سلطان جابر اگر کسی دیندار کو عہدہ پر سرفراز کرے تو یہ تعیناتی صحیح ہے یا نہیں اس کو فقہاء شیعہ نے زمانہ کے گرد و پیش پر نظر کر کے اس وقت جائز سمجھا ہے جب حاکم جابر کا مقرر کیا ہوا ملک کو مدد پہنچائے اور باطل کی جنبہ داری اس کے احکام میں نہ ہو غدر و شہادت کے بعد انگریزوں کے ملک پر تسلط کے بعد یہ مسئلہ اٹھایا گیا اور سیدالکرامین مکان رح وفات ۱۲۷۳ھ وہ بزرگ تھے جنہوں نے اپنے مخلصین کو ان کی رجوع پر ان ہی شرائط کی تحت میں اجازت دی۔ اور یہ مسئلہ مجموعہ مسائل میں ان جناب کے موجود ہے حالات بدلتے پر صورت مسلمہ میں تغیر کی مثال قرآن حکم میں موجود ہے حضرت موسیٰ معصوم طفل کی پرورش وہ ہتم بالشان خدمت تھی جس نے لرحون اپنے متمدن کے

میں جناب آسیہ کو اس کی زوجہ کی شکل میں ہونائے گناہ طفل معصومہ عورت کی گود میں پلا پرورش ہوئی۔ اس کے خواہشات نفسانی کو آسیہ کی صہدت میں ایک ضمیمہ پورا کرتی اور ایمان و کفر ایک بستر پر شب باش ہونے نہیں پاتے۔ مجمع البحرین حدیث کے لغت میں یہ نکتہ موجود ہے اور عقداً کلثوم پر جواب میں جوکتا میں لکھی گئیں اس میں بھی یہی وجہ پیش کی گئی ہے۔ سوانح "شہر بانو" میں اس کی مزید توضیح ہے۔ دیکھو حیات القلوب جلد اول اولاد حضرت آدم کا حال۔

مقدمہ ہمان

انسانی ہمدردی رکھنے والے اپنے گھر پر خلوص سے آنے والے نو وارد کی بڑی عزت کرتے ہیں عرب اس کو ضیف کہتے اور قرآن حکیم میں ضیافت پر جا بجا آیات ہیں ہمان داری کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت خلق کے جذبہ سے قائم ہوئی اور اس کو دوسرے انبیاء و مرسلین نے خوب سراہا اور اس بد اخلاق شہر کا کبھی ذکر کیا جہاں خضر و موسیٰ ہمان نہ ہو سکے اولاد اسٹیل نے ضیافت کو اتنی اہمیت دی کہ عرب جاہلیت کے دور سے گزرنے پر بھی ہمان کی عظمت کو نہ بھولے اور آنحضرت صلعم کا یہ رویہ تھا کہ وہ خود بھوکے رہتے اور ہمان ان کے دسترخوان سے سیر ہو کر اٹھتا، ہم نے اللہ کے فضل سے پورا عشرہ اس موضوع پر مجالس کی صورت میں پڑھا اور لکھا جو آیہ ضیافت کی تفسیر اور ہمان کے بلا کے نام سے مسووط کتاب ہے فضائل و مصائب میں یہ تقریریں زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئیں اس میں بتایا ہے کہ کم از کم ہمان کی خاطر عرب میں یہ ہے کہ آنے والے کا ہاتھ منہ دھلا دیا جائے اور چراغ بجھانے کی تکلیف بھی اپنی میزبانی میں اس کو نہ دے۔ التائب من ذنبہ ممکن لا ذنب لہ تو بہ کرنے والا وہ ہے جس نے گویا کوئی گناہ کیا ہی نہیں اس کی آمد پر غربت میں وہ دیا جو کسی نے اپنے ہمان کو نہ دیا تھا خوشنودی امام

سب سے بڑی بخشش، شرف نصرت بہت بڑی عطا، جہاد میں قربانی بے مثال اور غیر فانی
عزت تھی مگر خاندانی جود و سخا نے اس سب کو کم سمجھا اور خدا سے سفارش کی کہ تو
بہشت میں میزبانی کر۔

میرانس (وفات ۱۸۹۲ء) حرکی اس صفت کو بڑی سلاست سے ظاہر
کرتے ہیں۔

رن کو جب بہر و غا حر و فادار چلا لے کے فرزند و برادر کو وہ جزا چلا
عبد جانناز لے کر گر انبار چلا غل ہوا چار طرف شاہ کا غنچا چلا
پڑ گیا شور سعید ازیلی جاتا ہے
ہاں جہان حسین ابن علی جاتا ہے۔

میرسلیم (وفات ۱۹۰۱ء)

رن میں جس دم حرذیشان نے شہادت پائی غل ہوا شاہ کے جہاں نے شہادت پائی
اسد بیتیہ ایماں نے شہادت پائی۔ یاد شاہ شہیداں نے شہادت پائی۔

کبھی اس طرح نہ مہر فلک آرا چمکا۔!
جس طرح حر دلادر کا ستارا چمکا!

میرونس

زینب نے کہا رو کے یہی لاشہ حر پر اے بھائی کے جہاں
افس پڑا تو خاک پہ آج ہے بے سر لے بھائی کے جہاں

مقدمہ فسخ عزم

ہماری زندگی میں ایسے مواقع کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ جو جاہا وہ نہ ہو یا
جو سوچنے تھے وہ سامنے نہ آیا اس ناکامی سے عقلا سمجھتے ہیں کہ ہماری نقل و حرکت کسی

اور بڑی طاقت کے ہاتھ میں ہے فرعون کو توبہ کرنا ہوتی تو وہ موسیٰ بن عمران کے
 ہر مقابلہ میں شکست پر ہمت ہار جاتا اور ایمان لاتا لیکن اس نے ڈوبتے وقت کلمہ
 پڑھا یہ ارادہ وہ تھا جو جبراً بدلا حضرت موسیٰ خود میں دن کا میقات میں امت سے وعدہ
 کر کے گئے تھے چالیس روز کے بعد واپس ہوئے اس لیے کسی کو انسانیت کے سب سے بڑے
 نبض شناس حضرت علی رضی روحی فداہ نے اپنے مشہور مقولہ میں ایسا صاف کیا کہ تا
 حشر کوئی تکلم اس طرح گفتگو نہ کرے گا وہ کہہ گئے ہیں ”میں نے اپنے رب کو ارادوں
 کے ٹوٹنے پر اور ہمت شکستہ ہونے پر پہچانا“ سپاہ شام سے حرکی وابستگی امکان
 ہے کہ اس تصور کے تحت میں ہو کہ حضرت امیر المومنین اور حضرت امام حسن و مصعبوں
 کی طرح مصالحت ہو اور آتش حرب روشن نہ ہو تو طرمح بن عدی کی طرح جتنا
 بھی وقت ملے اسوی عہد سے اپنے حقوق لئے جائیں جب سر سے پانی اونچا ہوا تو باطل
 سے وہ جدا ہوئے اور ارادہ اس خوبصورتی سے بدلا کہ دنیا کے لئے مثال قائم کر دی اشریت
 سے نہ ڈرنے کی۔

پیش ہونے والے ذمہ دارانہ لٹریچر میں آپ کو از ولادت تا شہادت تمام
 کوائف ملیں گے۔ میرے قلم سے ان کے خاندان اور مزار دو عنوان غور طلب ہیں۔

مقدمہ بہشت

شہداء کہ بلا کے مقدس سلسلہ میں جنت پر تبصرہ نہیں کیا گیا شب عاشور
 امام مظلوم کا اپنے اصحاب کو بہشت نظروں سے دکھانا، شہیدوں کی بشارت جنت
 سا غر خلد بریں سے وقت آخر سیراب ہونا سب صحیح ہے لیکن سیرت حرد لا وودہ ہے جس میں
 عرب کی مشہور صفت میزبانی سے امام کا محروم رہنا وہ ندامت تھی جس نے لبوں پر امام کے یہ
 دعا بلند ہونے دیا کہ یالنے والے تو حشر کی ہمان داری بہشت میں کر اس لئے ضروری ہوا کہ

ہم کچھ عرض کریں وصف بہشت میں فوائج الجنان کے صفحات کی سات مجلسیں میرے قلمی خدمات کی سیر کرنے والے کے لئے کافی ہیں وہ نوجوانی کی خامہ فرسائی سہی مگر کوائف قیوم ابدی میں کوئی گوشہ چھوڑا نہ ہو گا جس پر بکت نہ ہو اس سلسلہ میں اہم گوشہ یہ ہے کہ غالب کے شعر کی کیا حقیقت ہے ان کا ایسا سچا مسلمان اور شیرائے اہل بیت کیوں کہتا ہے سے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھلے ہے غالب کے مذہب پر میرے اتنے مقالات ہیں کہ وہ سب یک جا ہوں تو ایک کتاب بن سکتی ہے اس لئے مجھے خود گوارا نہیں کہ غالب ایسا کہیں مگر کیا کیا جائے اب تو کہا اور یہ نکتہ نہ طلبا طلبائی صاحب کے ذہن مبارک میں آیا نہ تیجود مولیٰ کا ذہن رسا یہاں تک پہنچا کہ شعر غالب کا اُس وقت کا نہیں جب وہ "اسد" تھے بلکہ پیداوار اُس وقت کی ہے جب وہ غالب تھے پہلی بات تو یہ ہے کہ دیوان غالب کی تدوین کے وقت سوانح سلطان العلماء کی تشکیل نہ ہوئی تھی غالب پر لکھتے والے وہ ایک مولوی کی تحریر کیوں دیکھتے شرح کی مصروفیت میں ان کو یہ ضرورت نہ تھی شخصیت غالب کی جان یہ ہے کہ جو اشعار اسد تخلص کی تحت میں ہیں وہ جناب رضوان مآبؒ کی خدمت میں لکھو آئے سے پہلے کے ہیں اور جن اشعار میں غالب تخلص ہے وہ بزم رضوان مآبؒ کے برکات میں غالب اولادِ غفران مآبؒ کی تقلید میں تھے جب سلطان العلماء کی بزم علم افزوں میں حاضر ہوئے تو ان جناب نے یا اسد اللہ غالب کہہ کر تعظیم کی اسدن سے غالب نے تخلص بدلا شرح دیوان شروع سے دیکھ جاؤ یہ شعر جس سے ان کی مذہبیت پر تبصرہ ہے شرح دیوان میں حسب ذیل معانی اور نقد و نظر کے بعد درج ہے۔ محترم ناظرین اس کو پڑھیں۔ میں جو عرض کروں گا وہ بعد میں ان کے شعر۔ وہ حل ہم جنت کی حقیقت سے واقف ہیں یعنی یہ راہدوں کی عبادت کا صلہ ہے عاشقوں کو اس سے کیا کام۔ یعنی عشاق خدا تو صرف دیدار اور خدا کی ذات سے مل جانے کو اپنا مقصود کہتے ہیں لیکن جس سے یہ نہ ہو سکے وہ جنت ہی کی خواہش لے کھے

تو بیجا نہیں۔ طالبانِ دہال یا رکا مقصود باغِ جنت نہیں ہو سکتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ دل کے بہلانے کا اچھا مشغلہ ہے دل بہلانے کے اشغال دہی ہیں جو ضروری ہوں اس لئے ان کو زیادہ اہمیت دینا غلطی ہے سے

جنت بغیر رویت از من چوراہت پرسی برزا ہاں حلال است بر عاشقان حرام است

جناب طباطبائی مطلب یہ ہے کہ بہشت کیا ہے نا فہموں کو ایک سبز باغ دکھایا ہے

یہ بخود یعنی فریب ہے یہ کفر سے صریح مگر شاعر ترجمانِ عالم ہے وہ دھریوں کے اقوال بھی نظم

کر سکتا ہے زندانہ مذاق میں یہ مفہوم دل کش ضرور ہے لیکن پہلا مفہوم زیادہ مناسب نظر

آتا ہے ص ۳۳۳ شرح دیوان۔ بخود صواب نے عاشقِ خدا کے لئے دیدار کو ضروری قرار دیا

ہے وہ مسلم اکثریت کا نظریہ ہے مجھے ان کی یہ لفظیں بہت پسند آئیں کہ شاعر دھریوں کے عقائد

بھی دہرا اتا رہتا ہے۔ میں غالب کے تخیل کو انکسار پر محمول کرتا ہوں۔ اور حضرت بخود کی یہ

رائے ان کی عین دیداری ہے کہ یہ تو صریح کفر ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک شعر

غالب کا لغو قرار دیدیا گیا تو عمر بھر کی ریاضت بر باد نہ ہوگی۔ غالب کا بہشت پر ایمان

اس سے ظاہر ہے سے

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ مدوحِ خدا کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں

دوسرا شعر جو دیوان میں اسی کے بعد ہے میری تاویل کہ انکسار تھا جو غالب نے ظاہر

کیا ہے جس بازارِ معاصی اسد اللہ اسد کہ سوا تیرے کوئی اس کا خریدار نہیں ۵۲۹

ان دو شعروں کے بعد غالب اور بہشت دو متضاد چیزیں تھیں بلکہ ممکن و مکان

دو مناسب لفظ ہیں یہ وہ شعر ہیں جس کی تعریف میں سرورِ دو عالم نے اپنی بزم میں فرمایا

ہے۔ الشعر حکماء شعر تو حکیمانہ بھی ہو سکتا ہے۔ (سنن ابن داؤد ص ۶۸۲ طبع کراچی)

باپ کا نام ان کے زید تھا اور ان کی یاد جس کو ہم زید کہتے ہیں

خاندان اور قبیلہ اس سے بہت پہلے تھی اور زید نامی اسلام میں کثرت سے گزرتے

صاحب الفیض آواز پوز ۸۱-۸۲

سنگھ سکا

شقاوت نے قاتلِ اُمّام کو اس نام سے خاص کر دیا۔ حُر کے وقتِ ولادت اس نام سے نفرت عوام میں نہ تھی۔ الریاحی کا پچھلا تذنیب، ان کے خانوادہ کی پہچان کے لئے ہے۔ ہماری اردو میں لفظ قبیح اور فارسی میں بھی یہی معنی ہیں جس کا عربی عبارت میں کوئی تصور نہیں ہے۔ کلامِ اُمّام میں بھی ان پر سلام کرتے ہوئے اس نسب کو نظر انداز نہیں کیا اور ادبی ذوق رکھنے والے یہ شعر پڑھ کر مسکرا دیتے ہیں۔

از اتلا مسعدہ مارتح می کشد افعال اگر نہ گشت ترا دتج می کشد

جو جس ہمام شو بری نے اپنے لغت میں لکھا ہے الترتیح لآلی فلان ای
النصیرۃ والدولہ (معجم الطالب، طبع بیروت)

مطلب یہ ہے کہ لفظ کنبہ (خاندان) کے لئے مستعمل ہے۔ فتح مندی اور دولت کے لحاظ سے یقیناً حُر سے بڑھ کر کوئی صاحبِ ثروت نہ تھا جس نے توبہ کے بعد ایمان کی دولت پائی اور قتل ہو کر مردہ نہیں ہوئے بلکہ زندہ رہ کر شامیوں پر اہدیٰ فتح حاصل کی پھر سعدان کا کچھ بگاڑ نہ سکا، مگر وہی دل فوج روک نہ سکی تیر تشرکش سے نکلنے نہیں پائے سپاہ میں جاسوس موجود تھے وہ تمام رات کے اضطراب میں سپہ سالار شکر کو اطلاع نہ دے سکے ورنہ وہ صبح سے پہلے قید ہو کر دل کے ارادے دل میں رہتے اور گرفتار ہو کر نصرت سے باز رہتے ریاحی قبیلہ روز قیامت فخر کرے گا کہ ہم میں وہ جاں باز موجود تھا جس نے سردار جوانان جنال پر جان قربان کر کے چند گھنٹے میں بہشت لے لی۔

شہید میں کچھ ذاتی اوصاف ہیں جو دوسرے میں نہ تھے ان کے
خصوصیات ذاتی عقل و دماغ کا یہ فیصلہ صحیح تھا کہ اطاعتِ امام کا قلاوہ

وہ ہے جس کی موجودگی میں کسی کی فرمانبرداری کا انسان پر بار نہیں پڑتا نص امام سے ثابت ہے کہ ان کی ماں موجود تھیں جب ہی تو فرمایا شکستکے اُٹکے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے جہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے وہاں شامِ غریباں میں زوجہ حُر کی روایت بھی پائی

جاتے ہیں جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ شب عاشور ماں نیک ارادوں سے روکتی ہوگی اور عورت کے لئے سب سے زیادہ قابل احترام اس کے شوہر کا حکم ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے عزائم پر خوش و مسرور ہو اب یہ کہنا صحیح ہے کہ ساس اور بہو میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ حم سید الشہداء سے دو فرسخ کے فاصلہ پر عزار کا لاندہ ہے کہ ماں لاش کو کھینچتی ہوئی آتی دور لے گئی وہ اس قربانی پر رضامند نہ تھی اور اس نے اس فرض کو ادا نہیں کیا جو بیٹے کی شہادت پر بحیثیت ماں اس پر عائد ہوتا تھا بہر حال شاہی فوج سے یوں نکلے جیسے سوا وحشیم سے نور یا زنبور سے شہد یا تنور سے طوفان یا بھلی کے پیٹ سے یونس۔ نینوا کا جنگل اور ساحل فرات پر جنگ ہے۔ اس کا یا پلٹ کا راز کیا دشمن کو کس نے دوست بنایا بہتر نفوس میں اگر ایک بھی بچ جاتا تو اس سے پوچھتے۔ ایک بچا تو مگر سب اموی تھے پوچھنے والا کون تھا رو رو کر زندگی بسر کی ہم بے بس تھے قدرت مجبور نہ تھی اس نے دشمنوں کی زبان گویا کی خوب دکھائے۔ شاعروں کے دلوں میں الہام ہوا۔ دماغ کے تصورات میں یہ وزن کہاں تھا کہ وہ حقیقت قرار پاتے تو آج کے دن کے لئے نانا کے زمانہ اور جنگ کے محاذ پر جوش کبیر بڑی لمبی دعا بھیجی جس کے بعد دشمن کے حلو میں رہ کر زرہ اتار دی اب حفاظت جسم خا پر ہے اس دعا میں ایک مطلب یوں سمجھایا۔ یا ملہم العراب والجمہ لے عرب و عجم کو الہام کرنے والے عرب و عجم سے مراد ایران اور عرب نہیں بلکہ تمام عالم ہے ہر سچا مسلمان شامل ہے اور تاقیامت لفظ کی وسعت میں داخل ہوتا رہے گا ہم ماضی سے بے خبر نہیں الہامات مرزا اس میں کوشش کے بعد بھی پہنچ نہیں سکتے۔ کتاب و سنت کے خلاف ہر آواز کو اس ہے اور ہر کلمہ حق الہام ہے خواہ وہ کسی دور کے متکلم کی زبان و قلم سے کیوں نہ نکلے۔ میرا تیس سے پہلے کے بعض شعرا کی یہ تخیل فراموش نہ ہوگی بڑا وزن رکھتی ہے اور حقائق کی روشنی میں ہے کہ جب لشکر حرمیرا بھورا تھا تو پورا فوجی دستہ سیر ہو کر پانی پیتا رہا اور حرم کے سامنے جب ساغر

آپ آیا تو اس نے خواہش کی میں آپ کا اکتش (جوٹھا) بیوں گا۔ حدیث میں ہے کہ سور
مومن شفا ہے اہل ایمان کا جوٹھا کھانا بیماریوں سے صحت یاب کرتا ہے۔ سب سے
سخت مرض نفاق ہے جو امام حسینؑ کا نوش کیا ہوا پانی پیا تو ایمان اور یقین کے چشمہ
رگ رگ میں پہنچے اور ہم شر کو الہامی کہہ سکتے ہیں وہ بڑی بیدردی سے شہید ہوئے
دشمن انھیں دو ہراجرم سمجھتا تھا فوج سے علیحدگی بنا دت تھی اور ناصر حسینؑ ہونا دوسرا
جرم۔ اسی طرح امام مظلومؑ نے بھی حرم کے غم میں دو حقیقتوں کا لحاظ رکھا جہان اور ناصر۔

بہر حال تہذیب اسلامی اور رسم عقیدت کے مطابق ہے یہ حکایت جو نبوت میں میری
دلیل قرار پاسکتی ہے وطن کے ایک ماہ صیام میں مرزا نعمت بخت مرحوم شاہزادہ کی مسجد خانہ
میں نماز مغرب میں اور افطار کا وعدہ تھا اگر جی کے دن مغرب ختم ہوئی ماموین کے سلسلے
افطاری آئی۔ میرے روبرو ایک کانسہ میں دودھ آیا جو زیادہ سے زیادہ تھا۔ صف
اول کے مومنین میں مرزا نادر حسین خلف، صفر مرزا اعظم علی زمیندار جنڈیا موضع لکھنؤ میں نے
چاہا کہ جس قدر میں پی سکتا ہوں وہ ایک دوسرے ظرف میں علیحدہ ہو جائے۔ نادر حسین نے کہا چھا
ہوگا کہ آپ اس کو جوٹھا کر دیں اور جو بچتا ہے میں (سعادت سمجھ کر اکتش) بیوں گا ملحوظ خاطر
رہے کہ یہ ماہ رمضان میری اُس بیماری کے بعد کا ہے جو پورا لکھنؤ جاتا ہے کہ ڈاکٹر فریدی
ماہر امراض صدر مجھے دق تجویز کر چکے اور نادر حسین کا بھی یہ بیان ہے کہ ان سے پہلے کے
ڈاکٹر ہلو ان کو تپ مڑ میں قرار دے کر ہر وقت لیٹے رہنے کی ہدایت کر چکے ہیں میرا جوٹھا
نادر حسین موصوف نے پیا۔ ہجرت کے ۲۱ برس میں سینکڑوں دوست تو اللہ کو پیارے
ہو چکے مگر یہ تندرست اور زندہ موجود ہیں اب چاہ کنگرہ پران کا قیام ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ وہ شعر مشیہ گو کا پیش نہیں کر سکا۔ میرا اسلوب تصنیف یہ
نہیں ہے کہ قلم اٹھاتے وقت کتاب سامنے ہو بلکہ کتب بینی اور وسعت مطالعہ کی یادداشت
سے عین وقت پر حوالہ درج کرتا ہوں۔ ۱۳۰۹ ہجری کے پریس نے ریحان غم کے نام سے

مراثی کی دو جلدیں شائع کی تھیں جس میں میر انس اور میر وحید کے مرثیہ ساتھ چھپے ہیں پہلی جلد کی صفحہ ۷۷ میں یہ تخیل موجود ہے اور کتاب میرے وقف کردہ کتب خانہ مدرسہ الوداعیہ میں موجود ہے۔ اب حدیث معصوم کی اصل لفظیں ملاحظہ ہوں۔

در حدیث صحیح از حضرت صادق علیہ السلام منقولست کہ نیم خوردہ مومن شفا بر بقواد در دست رحلتہ المتقین بر حاشیہ زاد المعاد طبع سلطانی ۱۲۸۱ھ جب میری جماعت کا امام یہ خواہش کر سکتا ہے تو امام وقت کا دوستدار بدرجہ اولیٰ خواہش کر سکتا ہے اور انس ہوں یا وحید ان کا تخیل نہیں الہامی شعر ہے۔

آخری عزتِ حُر کی یہ ہے کہ امام نے ان پر مرثیہ "نعم المحر" کہا اور دو دن چھوٹا بھائی اپنے برادر عینی کو اچھے بھائی کہا ہے اگر میں یہ کتاب تصنیف کرتا تو عرض کرتا کہ فضائل حضرت امیر میں میدانِ حشر کا اعلان عام ہے۔ نعم الاب ابوک ابراہیم ونعم الاخ اخوک علی۔ پیغمبر کے بڑے اچھے مورث اعلیٰ پدرا براہیم ہیں اور بڑے اچھے بھائی علیؑ ہیں۔ تل زینبیہ پر جو زیارت آویزاں ہے اس میں حضرت زینبؑ کے لئے نعمتِ الاخت بڑی اچھی ہیں موجود ہے یہ نصِ امامت ہے کون اس کو بڑا کہہ سکتا ہے۔

آخری خصوصیت واقعہ کی یہ ہے کہ لشکرِ حرمین علی بن طعانِ مخرابی بھی ایک سپاہی تھا جو تقسیم آب کے وقت بچھڑ گیا تھا آخر لشکر سے جب پانی پلانیوالوں کے قریب پہنچا تو اس کی بیٹیاں کچھ اور بڑھو گی امام نے اسکی تشنگی اور کرب کی پیاس کا اندازہ کیا پانی کا شیشہ قریب لایا گیا اور وہ گھبراہٹ میں پانی پی نہ سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر امام انام خود قریب آئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو سیراب کیا اور راہوار کی پیاس بھی بھجائی۔ ممکن ہے اس میں یہ راز ہو کہ وہ مولانا کا ہنام تھا اور پدرا پدرا گوار کے اسم گرامی کا احترام کرتے ہوئے اس کو خود سیراب کیا تاکہ ہم کو بھی سبق ملے ہنام علی قابلِ تکویم ہے۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے کہنے کا راز

لجام فرس پر محرک ہاتھ ڈالنا اس کی تصریح معتبر مقال میں نہیں ہے مگر اس محل پر اصحاب کا جوش اور اجازت طلب کرنا بتاتا ہے کہ ایسا ہوا۔ اس مقام پر اس سے زیادہ اہم بحث یہ ہے کہ مادرِ حرّ کا وجود تھا اور اس کا یاد امام کے مخاطب میں کیا حیثیت رکھتی ہے اس کو میں ذوالجناح کی بحث میں طے کر چکا ہوں یہاں اس کا نقل کرنا بر محل ہے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، اس ارشاد پر توجہ کی ضرورت ہے کہ محقق طری فرماتے ہیں۔ اگر لکڑی امروہ، غائب کی ضمیر استعمال ہو تو استعمال مقام تعجب میں ہو گا اور ایسا کہنا ایک تشبیہ ہے نہ بیٹھے مرنے کی توقع ہے نہ بد دعا ہے اور اگر ضمیر خطاب ہے تو لگنے کے آگے، توبے تک اس کے معنی یہ ہیں کہ تیری ماں تجھ کو کھوئے۔ اس لفظ کا پس منظر یہ ہے کہ مخاطب کا یہ کردار ہے تو مرجانا اس سے بہتر ہے مجمع البحرین لغت علم حدیث میں یہی ہے اور اس سے حرّ کی موجودہ گفتگو اور ارادے کے بد ہونے کا اشارہ ہے آپ کو سن کر معلومات میں اضافہ ہو گا کہ یہی الفاظ انداز بدل کے حضرت امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے بھائی اور برادر بزرگ عقیل کے جواب میں استعمال کئے ہیں۔ ان کے مطاببات پورے نہ کر سکتے پر کہا تھا کہ لکنک الشواکل عقیل کی مادر گرامی اور آپ کی ماں واحد ہیں (تشبیہ المطالع صفحہ ۹۰۸) جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ پس امروہ عورتیں تم پر سوئیں۔

وہاں مادر حرّ مراد تھی ایک رونے والی یہاں مستقبل کی خواتین رونے والیاں۔ یہ مولا کی پیشین گوئی تو نہ تھی ہم بہت کچھ شرح میں کہہ سکتے ہیں۔ صرف اس قدر کافی ہے مادرِ حرّ کا کہ بلا میں وجود یقیناً اس جملہ سے ثابت ہے اور اس کے بارے میں بعض مقالین کی جو صراحت ملی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحیح ہے انسان جب تک گناہ نہ کرے قابلِ عزت ہے نفرت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب گناہ کرے مادہ برحق ملاقاتِ حُر کے وقت قابلِ بیزارى نہ تھی مستحقِ لعنت اس وقت ہوتی ہے جب شہیدِ راہِ خدا کی تذلیل کی۔

سپر کا شانی کا بیان ہے کہ باپ بیٹے ساتھ لڑے۔ میدان میں
علی بن حرم پہنچ کر بیٹے کو حکم دیا کہ دشمن پر حملہ کرے اس جو ان نے ایک جھاکا
 حملہ کیا اور فوج کو تہم و بالا کر دیا اور کوفیوں نے جو اب میں پوری طاقت سے حملہ میں گھیر کر
 شہید کر دیا اس جو ان کے ہاتھ سے بقول مصنف شرح کا قبہ ۲۴ دشمن قتل ہوئے اور ابی
 مخنف نے، نفوسِ مقتولین کی تعداد بتائی ہے حُر نے اولاد کا داغِ قوتِ ایمان سے برداشت
 کیا۔ بیٹے کی شہادت پر شکر کیا۔

اور کہا۔ حمد ہے اس خدا کی جس نے (اے فرزندِ تجھے) شرفِ شہادت میرے مولا حسین
 کے دو برویا شہادتِ حُر فرزند کی موت کے بعد موتی۔ آئینہ تصوف کے مصنف صوفی نے اس
 جو ان کی تاریخِ ولادت کہتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ علی بن حُر، ۱۷ ماہ صفر ۳۷ھ بروز شنبہ
 وقت تہجد، دمشق میں پیدا ہوئے اس طرح سے عمران کی وقتِ شہادت پچاس سال سے
 زیادہ تھی۔

جناب حُر کے بھائی کا نام نامی ہے جب اس نے بھائی کا رجز سنا تو ہر
 مصعب شعر نے دل دہلا دیا اور گھوڑا مہمیز کر کے اپنی جگہ سے چلا کوئی
 سمجھے کہ بھائی سے لڑنے جا رہا ہے مصعب نے میدان میں آکر بھائی سے عدلے تمہیں و آفرین
 بلندی اور کہا کہ بھائی تم نے مجھے شاہراہ ہدایت تک پہنچایا۔ اب میں بھی توبہ کا خواہاں
 ہوں۔ حُر خدمتِ امام میں آئے۔ میدانِ جنگ سے واپس آنا کھیل نہ تھا۔ مگر حالات
 بتاتے ہیں کہ جو حسینؑ چاہتے تھے وہ ہوتا تھا اور یہی فتحِ ظاہری و ہالسی تھی امام نے
 توبہ قبول کی: اذنِ جہاد دیا دشمن کے ساتھ مصروفِ جنگ ہوا لڑتے لڑتے شہادت

پائی۔

صوفی مصنف نے مصعب کی تاریخ ولادت اس طرح نقل کی ہے کہ مصعب
 بمادیر ۱۳ رجب، سال میل ہجرت بروز ثنبرہ وقت عصر دمشق میں پیدا ہوئے بھائی
 سے کافی چھوٹے تھے اور روزِ عاشور ۶۸ سال کی عمر میں شہادتِ نوش کیا گیا اچھی
 تاریخ انھوں نے ولادت پائی۔

حضرت کا زخیرید غلام فوج دشمن ہی میں تھا کہ آقا کو تو میں لباس
 عروہ بن کبوشش پہنے دیکھا تو سپہر کا شان کہتے ہیں کہ

ازہوش بے یگانہ شد چون دیو دیوانہ خود را بر سپاہ ابن سعد زدو
 چند تن از زمین و بسیار بکشت ، حواس تمسہ رخصت ہوئے اور پاگلوں کی طرح
 دیو پکیر نے اپنے کو شکر پر گرا دیا۔ داہنے اور بائیں سپاہیوں کو قتل کرتا ہوا خدمت
 امام میں حاضر ہوا۔ عرض کیا یا بن رسول اللہ مجھے بخش دیجئے اور اجازت دیجئے کہ
 دین سے کیڑہ رکھنے والوں کو قتل کروں اور شہادت کی سعادت حاصل کروں امام نے دعائیں
 دیں اور اس بہادر نے صفوں میں ڈوب کر جنگ کی اور شہید ہوا۔ آئینہ تصوف کے
 عقیدت مصنف اور شہداء کو بلا کوئی کال سمجھنے والے مورخ نے ان کی بھی تاریخ
 پیدائش حاصل کی۔ وہ لکھتے ہیں کہ عروہ بن کبوشش ۹ سال قبل ہجرت ۴۴ اشعبان
 روز جمعہ وقت دوپہر حبش میں پیدا ہوئے خبر نہیں کہ ۸۰ سالہ مرومیدان مرقد حرم کے
 قرب میں سپرد خاک ہے یا گنج شہیداں تحت قبۃ اس کی ابدی خواب گاہ ہے۔ (الحین ص ۲۱)
 مزار حضرت محمد پر اس خادمِ دین کی چار مرتبہ کی سفیر زیارت
 روضہ کے جزو اثرات ہیں وہ اگر سب نہیں تو پہلی اور آخری زیارت
 کے کوآلف سے اطلاع ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پہلا سفر دسمبر ۱۹۳۰ء میں عالم شہ باب
 میں اکیلے ہوا اور اثناء سفر میں علمی و تاریخی لحاظ سے سفر نامہ مرتب ہو کر زاد یوم التلاق

سفر نامہ عراق نام رکھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اولین و آخرین کے باہم ملاقات کے دن روز قیامت میں کام آنے والا توشہ۔ یہ تصنیف میرے کتب خانہ میں اصل نسخہ آج بھی محمد اللہ موجود ہے اس سے روضہ کربلا کی آبادی سے ایک فرسخ پر واقع ہے اور شبائرز میں زائرین جب چاہیں فتن پر زیارت کو جاتے ہیں عربی اصطلاح میں اس گاڑی کو کالسکا کہتے ہیں جو لوگ پیادہ چل سکتے ہیں وہ بھی روضہ پر جاسکتے ہیں لدرگنبد ایک مختصر عمارت کی شکل میں دور سے دکھائی دیتا ہے دروازہ کے مہراب پر امام کوئین کا قول انتہ حرقۃ الدنیا والآخرۃ لکھا ہوا ہے جو فرزندِ فاطمہ پر جان نثار کرنے کا طرہ امتیاز ہے یہاں کالگنبد سفالی ہے فریح چاندی کی ہے جو ہمارا جہ محمد آباد میر علی محمد خان مرحوم کی فیاضی کا اثر ہے۔ مزار حضرت حرقہ کے متعلق ہے۔ اتے بعضے الملوک کشف عنہ فراہ مغصوبہ المر اس مغلھا لیاخذھا قلبو کا فانا نبعثہ دم منہ جبینہ قشہ ہا علیٰ حالہ (ابصار العین ۱۲۷۵) بعض بادشاہوں نے قبر حرقہ کو سنگافندہ کی تو دیکھا کہ سر پر پٹی بندھی ہے پس اس کو کھول لیا تاکہ تبرک سمجھ کر لے لیں پیشانی سے خون جاری ہوا پس اسی طرح باندھ دیا۔

یہ کھلی ہوئی دلیل ہے اس بات کی کہ شہیدانِ راہِ خدا زندہ ہیں ورنہ میت کے جسم سے خون جاری نہیں ہو سکتا۔

روضہ مبارکہ اور شاہانِ اودھ

یہاں پہنچ کر مجھے اودھ کی گذشتہ فیاضیوں کا کوئی ایسا اثر نظر نہ آیا کہ اس قبۃ کی تعمیر میں بھی خزانہ اودھ سے چند ہزار روپے کروانہ کئے گئے تھے چنانچہ

جد اعلیٰ حضرت عظیم مکان اپنے ایک مراسلہ میں فرماتے ہیں :-

”دریں آوان سعادت و مہینت اقتسار مبلغ ہزار روپیہ مسکو کہ بسکہ
بادشاہ حجازہ خلد اللہ ملکہ بنا پر تعمیر روضہ طیبہ امامین ہمامین عسکریں علیہما
السلام تقرر یافتہ بحکم سلطانی درباب ایصال این مبلغ بر اقل العباد صدور پذیرفت
مترقب کہ رسیدی بران وجواب این رقم بہ تعجیل عمیل لطف فرمایند و چون رسید مبلغ
پانزدہ ہزار روپیہ کہ منعمد آں وہ ہزار روپیہ برائے تعمیر روضہ حضرت محمد الی الام
فرسیدی بزودی روانہ فرمائید“

یہاں زائروں کو اہل دیہات کے بچے آکر گھیر لیتے ہیں اور پیسہ مانگتے ہیں ان
پر ترس معلوم ہوتا ہے شاید ان کے والدین تنگدستی سے راحت پہنچا نہیں سکتے۔ اگر ممکن
ہو تو زائروں کو چاہیے کہ ان کے لئے روٹی لے جائیں ان سے زیادہ مستحق شاید ہی کوئی ہو۔
روضہ کے گرد کربلا کی طرح وسیع احاطہ ہے جو مزار کو گھیرے ہوئے ہے احاطہ کے
باہران کی عمارت کی قبر ہے جو فوج یزید کی طرفدار تھیں سال میں ایک مرتبہ آخری چار شنبہ
ماہ صفر کو اس روضہ میں ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے چاروں طرف دور تک
چھو لدا ریاں، نیچے، کجاوہ، مچھل وغیرہ دکھائی دیتا ہے (تذکرہ کربلا ص ۴۳)

یہ ۴۸ برس پہلے کا میرا بیان تھا اب آخری زیارت میں روضہ تحریر پر افکار ملاحظہ ہوں
اس کو بھی بارہ ادا بارہ ۲۴ برس ہو چکے ہیں اس سفر میں عیال ساتھ تھے اور سفر نامہ لوداعظ
میں قسط دار طبع ہوا۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء کے نمبر سے مندرجہ ذیل اقتباس ماخوذ ہے۔

حضرت تحریر جانے کے لئے حیمہ گاہ سے غربانہ اور موٹریں روانہ ہوتی ہیں
اپنے سرمایہ کو دیکھتے ہوئے آپ جس سواری سے چاہیں جاسکتے ہیں اڈہ بہم پہنچ
کر میں نے سنا کہ گاڑی والے سزا سزا بلند آواز سے کہہ رہے ہیں غور کرنے پر ایک
طالب علم نے بتایا کہ محمد کو لفظ بلند آواز سے ادا نہیں ہوتی اس لئے پکارنے میں

صاحبان زبان نے لفظ میں الف بڑھا کر تصرت کیا ہے کوئی رائیسا نہیں ہے جو زیارتِ شکر کو نہ جاتا ہو بعض نادار طبقہ کے شوقِ ثواب میں پیادہ ہی جلتے ہیں راستہ ریگستان ہے اور بعض اوقات گاڑی کے پیچھے مٹی میں دھنس جلتے ہیں اور غریبانہ رک جاتا ہے۔

ہم اپنے دوست اور آوارہ الواعظ کے سابق کارکن مولوی سید احمد علی صاحب زید مجدہ کی معیت میں روانہ ہوئے

روضہ شکر کی نارت کو مرزا احمد اور ان کے بھائی محمود نے

۱۳۴۰ھ میں تعمیر کیا ہے اور پچانک پر یہ قطعہ تاریخ نصب ہے۔

بگفت بہتر ازین شعر نیست تاریخے سخن عزت ایوان سخن تیر شہید
تقلیح پر زیارتِ خوش خط لکھی ہوئی ہے جو اگرچہ ماثر نہیں ہے مگر مناسب

الفاظ ہیں مثلاً ”یا من ذنب بالسعادة الرابع یا من توت الطفیان و
فدی بروحہ المحسین الغریبہ العطشان۔“

اے وہ جس نے نفع بخش سعادت حاصل کی۔ اس نے سرکشی ہمیشہ کے لئے چھوڑی اور

اپنی روح کو پرہیزی اور تشنه حسین پر فدا کر دیا۔

دور دراز مقام پر دفن ہونے کا راز

سیرت جناب شرمین یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ وہ نہ گئے شہیداں میں سپرد
ناک ہوئے نہ حضرت حلیب ابن مظاہر اسدی کی طرح رواق میں دفن ہوئے زندگی
کے اس گوشہ پر میں نے سوانح عون بن علیؑ میں سیر حاصل بحث کی ہے جس کا یہاں پر
نقل کرنا اشد ضروری ہے۔ کتابچہ مذکور طبع چہارم صفحہ ۲۳ میں ہے۔

حربین یزیدریائی کی قبر حاضر حسین سے جانب غرب ایک فرسخ پر ہے جس کے بارے

میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن سالم از رو کی رائے ہے "انہ دستشہد عند مناة الغاضریہ و قیہا قبرہ الاف" یعنی وہ فاضلہ کے نشیب راستے میں شہید ہو گئے تھے۔ جہاں کہ اس وقت قبر موجود ہے۔

میرے نزدیک حُر کی لاش کا امام کے سامنے آنا ثابت ہوتا ہے۔ بنا بر من ماننا پڑے گا کہ کسی خارجی وجہ سے حُر کی لاش اتنی دور پہنچائی گئی۔ فاضلہ سماوی کی رائے ہے کہ حُر کو اتنی دور بنی تمیم نے دفن کیا اور اپنے طرفہ پر نماز پڑھی ہو بنی تمیم اگر فوج سپر سعید میں تھے تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ شام کے کشکان نجس سے ان کو طہیثہ کیوں کیا۔

جس طرح سپاہ یزید کے تمام مقتولین میں کسی کا نشان قبر بھی باقی نہیں ہے حُر کا بھی نشان قبر نہ ہوتا اگر ان کے قبیلہ کے لوگ طہیثہ سے آئے اور ان کے دل میں محبت اہلبیت تھی تو انسانی ہمدردی سے بہت دشواریاں ہوتی ہیں کہ وہ حُر کو دفن کر کے چلے گئے اور دیگر شہدار کو دفن نہ کیا۔ حُر کا اپنے قبیلہ کے ہاتھ سے دفن ہونا اس مسلمہ کے بھی خلاف ہے کہ شہداء کے کربلا کو بنی اسد نے امام زین العابدین کی نگرانی میں دفن کیا۔

اگر حُر کے بعد بھی بنی تمیم کا دفن کرنا ممکن نہیں کہ بلائیں فوج شام میں جتنے لوگ بنی تمیم سے تھے وہ کو فر روانہ ہو چکے تھے نیز کوئی وجہ نہ تھی کہ امام زین العابدین حُر کی لاش کو دفن نہ کرتے۔ پھر کیا تھا وہی روایت مشہور صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جب بعد شہادت حسینؑ فوج یزید نے کوچ کیا تو حُر کی ماں لاش کو گھسنی ہوئی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی اور کہتی جاتی تھی اے فرزند تو نے نصرت حسینؑ میں ناحق اپنی جان دی اس طرح ایک فرسخ تک گئی حُر نے (آخر شہید راہ خدا تھے) ایک پتھر سے ماں کو ہلاک کیا۔ حُر کا یہ فعل پتہ دیتا ہے کہ وہ اپنے دفن کی جگہ جانتے تھے تین میل سے پہلے ماں کو سزا نہیں دی روہ مستزل شناس تھے اور ان کا ایک پتھر ہلاک کرنے میں کافی ہوا یہ ہاتھ کی صفائی ہے ورنہ ایک

پتھر سے مرعانا غیر معمولی بات ہے۔ حرک شہادت کے بعد ان کی ماں کا زندہ ہونا امام حسین کے ارشادات شکستِ احد سے ثابت ہوتا ہے ان کی ماں کی موجودگی خالی از قوت نہیں سفر اول کے کوائف میں مذکورہ کر بلا کا اقتباس اور صدر ۸۵ء کو عراق میں پناہ گزین کا یہ بیان کہ انھوں نے مادرِ حرکی قبر بھی دیکھی جس کی تائید فاضل ساری کے قلم سے ہوئی۔

بظاہر ان کے زمانہ تک احاطہ مزار میں ماں کی قبر کا نشان موجود تھا مجھے نہیں یاد آیا کہ کسی نے وقتِ زیارت کبھی رہنمائی کی ہو اس قول کی بناء پر مرتبہ حضرت حرک کمالات حضرت عباس سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ حر نے ماں کو سزا دی جو دشمن حسین بھی اور ان کا جہاد بعد شہادت تھا۔ اب وہ اس جذبے کے حامل ہوتے ہیں جو آج تک حضرت عباس کے دل و دماغ میں موجود ہے وہ دشمنانِ دین کو سزا دیتے ہیں حرک کو طمانچہ علمدار کے ہاتھ سے صحیح ہے تو ان کے خادمِ حر نے ماں کو سزا دے کر ہلاک کیا اور ناصر دین ہوئے

شہید کے پسماندگان

یہ ضروری نہیں کہ شہادت کا شرف حاصل کرنے کے بعد وہ نسل ختم ہو جائے جس پر ظلم اٹھایا جا رہا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا باغ برباد ہوا اور کچھ تعجب نہیں کہ نسل میں کوئی نہ ہو۔ ماں گمراہ تھی جو ماتم کی صف پر نہ بیٹھنے کے جرم میں ہلاک ہوئی۔

وہ اس وقت قابلِ تعریف تھی جب گناہ سزا زدہ ہوا تھا۔ شہید راہِ خدا کی میت اور اس کی تربیت نہیں۔ نہ ہی عظیم ترسہ کو سبک سمجھنا سستی قتل تھا۔ فرزند و برادر شہید ہو چکے ہیں بیٹا ناناں دو نامراد ہو گا کہیں پتہ نہیں۔

وہ شادی شدہ تھا۔ اگر ایسا تھا نسل قطع کے واقعات شہادت میں صرف یہ وہ کا پتہ

چلتا ہے عورت وہ متضاد حیثیت کی ذات ہے جس نے اطاعت کی ترویج و جان، مخالفت کی تو
 طلاق کا تدارک مصیبت کا حل موجود ہے اور اسلام نام خوشگوار زندگی کا ہے کچھ اللہ کے
 ایسے جو رفیق زندگی کی طرف سے نافرمانی کی ہوا اول کو اپنا امتحان سمجھ کر قوت برداشت سے کام
 لیتے اور صبر کر کے معاملہ خدائے تعالیٰ پر چھوڑتے حضرت نوحؑ اور لوط اور جناب یونسؑ کی
 بیسیوں کا دشمن جان ہونا کتاب و سنت سے وائشگاف لفظوں میں ثابت ہے اگر تم کہو کہ
 ہم کو کھپائی اُنٹوں کے پارینہ قصوں سے کیا تعلق ہے تو باب ماضی سے سبق لینے کے لئے قرآن
 حکیم میں مستقل سورہ طلاق موجود ہے جو ہر گھر میں زن و شوہر کی بلذری کا حصہ ہے اور عوام
 اس کو اذار بندی رشتہ بچتے چلے آ رہے ہیں اُردو دشمنی سے لفظ دور نہیں ہو سکتی۔

اب رہی باوفا عورت وہ قدر شناس مرد کو اولاد سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اس لئے کہ
 وہ نسل کی بنیاد ہے اگر وہ نہ ہو تو اولاد کا ہونا ناممکن ہے عورت ہے تو اجداد کی نسل کا اساس
 قائم ہے ورنہ بزرگوں کا چراغ گل ہوگا صرف یہی نہیں بلکہ اطاعت شعائر رفیق زندگی تنہا
 دو گھرنے باقی رکھتی ہے اس کی ذات سے شوہر کا دادھیال اور نہ خیال بچانا جاتا ہے مگر
 عورت کی دو حالتیں ہیں کبھی شوہر کے سامنے سہانگی مہر جاتی ہے میرا میں کامصرعہ
 ”عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے اور جو اپنے مرد کے بعد زندہ رہے وہ بد نصیب
 اور شوہر دار عورت کے بیچ میں بیٹھے میں ذلت اٹھاتی ہے مگر یہ عام خواتین کا حال ہے۔
 شہید کی بیوہ پوری قوم میں معزز ہوتی ہے اور اپنے سر تاج کی قربانی پر فخر کرتی ہے لوگ
 اس کو بلند درجہ دیتے ہیں۔ اور وقت گزرنے کے بعد وہ ملکہ سمجھی جاتی ہے ہم پر احسان ہے
 اس اہل قلم کا جس نے فوج شام میں زوجہ شوہر کا وجود تسلیم کیا اور قوم پر احسان ہے علامہ
 عنایت علی ساسانی مرحوم و مغفور وفات ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۶ء کا جس نے صدر اول
 میں جبکہ لکھنؤ کا بزرگ عالم سے جھلک رہا تھا اور میرے دور کا طبقہ تانبہ بام ارتقا پر نہ پہنچا
 تھا گیا روسیوں شب کو زوجہ شوہر کا کھانا لانا روایات ضعیفہ میں شمار ہوتی حسینیا مصنف

الدولہ لکھنؤ میں نواب آغا ابوالصاحب بانی سلطان المدارس کی بنا کر وہ عظیم الشان مجلس میں روایت پڑھ کر ہر اسناد ثبت کی۔ اس روایت کی یادگار میں آج تک گیارہویں محرم کی رات کو کربلائے معلیٰ میں مجلس لکھنا ہے مدینہ شیعہ اخبار لاہور اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں۔

”المرحوم آج عورتوں کا ایک جلوس نکلا جس کے آگے زوجہ شہزادہ نے خیمہ اہلبیت کی طرف جا رہی تھی مرد اور عورتیں زار و قطار رو رہے تھے“ (شیعہ لاہور محرم نمبر ۹، صفحہ ۵۹)

الغرض جبکہ شہزادی اولاد بھی کام آئی بعض مقابل میں اس کے شہید ہونی والے بیٹے کا نام بکیر لکھا ہے اب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قربانی کے بعد بے نام و نشان ہو گئے جہاں حالاً شہدا رک کر بلا میں اس اطلاع کو ہم نے نظر انداز نہیں کیا کہ ان کی اولاد عرب میں موجود تھی اور آج بھگپور، وہاں یہ بھی ملو جو خاطر رہے کہ وہ تیار ہو کر بے نام و نشان رہے۔ تاریخ خیمہ کے بعد مرثیہ بن ہاجر اور ہاجر بن ادس و علی بن طعان و زید بن رکاب نے پسر سعد سے کہا کہ ہم نے حسین کو تیرے حکم سے قتل کیا ان کی عورتیں اور بچے بے آب و داد ہیں حکم دے تو ان کو آب و طعام پہنچائیں اگر اجازت نہ دی تو ہم جنگ کریں گے عمر بن سعد نے خواہش منظور کی اور اس پر غور شروع ہوا کہ کون یہ خدمت انجام دے کسی بد بخت سے یہ ڈر کہ وہ بیواؤں اور ستم رسیدہ خواتین تک پہنچے پر اپنے ہیما نہ مزاج سے سخت کلامی نہ کرے اور مظالم کی حد نہ چوکی ہے اب تو انسانیت کا ثبوت دیا جائے وہ ظالم تو اس کام پر تعینات نہیں ہو سکتے تھے جنھوں نے نبی ہاشم کو قتل کیا سلا و وارث عورتوں کے سامنے ان کے گھر کو اجاڑنے والے ان کی گود خالی کرنے والے اس تاباں نہ تھے کہ ڈیوڑھی پر جائیں طے پایا کہ عورتیں بھی جائیں مگر ہڈی خواتین جن کے شوہر اولاد و فاطمہ کے خون بہانے میں شہید رہے زن قیس وزن بن خارہ دام عامر، عورتیں زوجہ شہزادی کی قیادت میں پانی کی مشکیں اور کھانے کے خون لے کر

چلیں تین عورتیں قبیلہ بنی اسد کی بھی شامل تھیں ان میں شرمندہ چہرے اداس موٹیوں
 سراپا غم نسواں کا سوار دور سے دیکھ کر اندیشہ تھا کہ آنے والے مردہوں اور پھر
 سیدانیوں کو لوٹنے کا ارادہ ہو یا اسی تاریک شب میں اسیری کا سامنا ہو۔ ہم کو راوی
 کے بیان، تاریخ و حدیث سے کوئی بحث نہیں عقل یہ بتاتی ہے کہ شاہزادیاں شیر خدا
 کی بیٹی زینب بکری کی نگہبانی میں ڈرے ہوئے پتے سو گئے ہوں گے کوئی زخم خورہ لڑکی
 ممکن ہے کہ جاگتی ہو وہ پیروں کی چاپ سے ہم کراں سے لپٹ جائے اسد اللہ کی بیٹی
 بڑھ کر اس سپاہ کو روکے گی صبر کا لمحہ اب نہیں وہ ٹوٹی ہوئی تلوار ہاتھ میں لے کر
 یا تیزہ کی زد پر روک سکتی ہیں آنے والے جب نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ آب و
 طعام آرہے یہ اٹھارہ جوانان بنی ہاشم کی حاضری ہے۔ فوج دشمن کے آنے سے کیا
 تلاطم ہوتا کہ اس منظر نے دل دکھایا۔ یا علی اصغر تائب ذبح ہوئے قاسم و اکبر پانی
 مانگتے رہے شمر سے سوال آب ہوا اور اب پانی آیا۔

سینہ زنی کا دقت مند پرٹھائے مانے کا محل تھا کہ زوجہ شمر پر نظر پڑی اس
 کے شوہر کی قربانی کے تصور میں ہاشمی جہانداری کا جذبہ خیالات کو یک قسم بدلتا
 ہے اس کے رُکے ہوئے آنسو خساروں پر جاری ہوتے ہیں اشکباری کو بدعت سمجھنے
 والوں کے بیچ سے نکلی شوہر اور برادر فرزند کو روتی نہیں۔ اپنی بیوگی کا شکوہ کہاں
 عروس قاسم کا رنڈ پایا، علی اکبر کی جوانی کا ماتم ثانی زہرا کا انصاف اپنے جہانِ حرم کے
 پر سر کو فراموش نہیں کر سکتیں۔ اصل ماخذ میں یہ بھی ہے کہ تیس خواتین میں بعض نے
 شوہروں کے مظالم پر اپنے راضی نہ ہونے کا اظہار بھی کیا یہ معذرت قابل قبول ہے ایک
 کا لوجھ دوسرے پر بار نہیں ہو سکتا بیشتر عورتیں تو واپس ہوئیں مگر زوجہ شمر اور خواہر
 ہاشم بن قتبہ اہل حرم کی خدمت میں رہیں موسع الغوم جلد ۱۱ مطبع جعفری طبع سوئم
 زوجہ شمر تک رہی کچھ تعجب نہیں کہ اس کو بھی قید کیا ہو۔ محترم بیوہ تیرے نام پر بھی

پردہ۔ حالات پردہ خفا میں امام زماں غیبت میں ہیں ہم کس سے پوچھیں قوم بتائے اور
 عزادارانِ حسین اس سوال کا جواب دیں کہ شب یا زہم زوجہ سحر حاضر ہوئی تو وہ بھی
 فاقہ سے تھی یا سیر و سیراب تھی۔ شوہر کے غم کو اگر جانے دو تو نوجوان فرزند بھی کام آیا
 ہے عقل میں نہیں آتا کہ دو خون جس عورت کے گھر میں ہوں وہ کھانا کھلے ٹھنڈا پانی
 پیئے بیٹے کا غم عربی عورت کے لئے نظم و نثر دیکھو ضرب المثل ہے اور جہاں غم و الم کی
 لہر ہو کسی کا شدتِ حزن میں برا حال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ بد زن پسر مردہ کی طرح ڈیا۔
 علاماتِ مومن کی حدیث پر قلم روکتا ہوں حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ مومن کامل
 کی چار سچائیاں ہیں۔

خدا اس کی بیماریوں کی ایسی کم سے کم ہو اور سونا اس کا بسترِ خواب پر مثلِ غرقِ آب
 ہونے والے مسافر کے ہو اور نشست اس کی ایسی ہو جسے سولی دی جانے والی ہو اور
 گریہ اس کا اس شدت کا ہو جیسے وہ ماں روتی ہو جس کا بیٹا مر جائے (اقتباس الاوار) شکم
 سیر ہونے سے پہلے دستِ خوان سے اٹھ کھڑا ہونا۔ حفظِ صوت کا اعلیٰ اصول ہے عزائے حسینؑ
 نے گریہ و بکا کا نوکر کیا اور رونا مستقبل کا پیام سرور ہے زوجہ سحر کا شوہر و فرزند فوت
 نہیں قتل ہوا ہے وہ زن پسر مردہ اور بیوہ ہے دوہری سوگوار ہے زوجہ سحر کی بیوگی پر اس
 سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ یزیدیت سے بعید ہے کہ وہ اپنے خیمہ میں واپس ہوتی ہو۔ مادرِ سحر
 کی ناراضگی کا اس کو علم ہو گا۔ یزید ایاں رحم دل نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سے کٹ جانے والے سحر کی
 سزا کو معاف کرے اور فوجِ شام کو زوجہ سحر سے ہمدردی ہو۔ گو دو پیش یہ کہتا ہے کہ وہ
 بھی اسیر ہوئی اور سختیوں میں اہلِ حرم کا ساتھ دیا۔

یہ میرے تاثرات تھے جو بڑی مشکل سے سپرد قلم کر دیئے۔ خود لکھا اور لائے والے

احباب سے لکھوا۔

مصادر

ان تمام افادات کا ماخذ حسب ذیل کتب میں : سائیکس تصوف
 ارنج المطالب ، البصار العین ، آفتاب الالوار ، کشکول کانپور
 الزنگ چن نشی دبی پرشاد انسپکٹر اس بلخ و بہار ، ناچیز کی غیر مطبوعہ کتاب علم الخط
 پر مذکورہ کربلا سفر نامہ قدیم التوحید طہران کا عربی مجلہ جو ہر دو ماہ بعد چھپتا ہے تشید
 المطاعن ، حلیۃ المتقین فارسی ، ریجان غم سرائی میرانس و وحید جلد اول طبع ۱۳۰۹ھ
 زاد اطلاق سفر نامہ عراق ، سنن داؤد عربی ، خلاصۃ المصابیح شرح دیوان غالب صحیفہ
 کلام مترجم مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری ، فوارج الجنان لغات کشوری ، مجمع البحرین ترکی
 عربی ، معجم الطالب ، لغت عربی ، موسع العموم مقول اردو ، ناسخ التواریخ جلد ۱ سفر نامہ
 تفضل حسین انبالوی الواعظ شہرہ علمیہ مدرسۃ الواعظین بکھنؤ۔

باب المراثی

میاں دلگیر

موجب آیاتہ کی خدمت میں سی آواز غیب نام تیرا ترجمہ ہے نام سے آدا کا

میر نصیر

حضرت نے محو کی فوج کو سیراب کر دیا عادت ہوئی نہ ترک کرم کے کریم سے

میر انیس

ن رسائی بختِ نجب تو پہنچا شہ کے پاس آگیا خود راہ پر بخت کار بہرہ دیکھ کے

سید محمد کاظم جاوید

دعا میں شاہ کو اپنے پرانے دیتے ہیں سپاہِ محمد کو جو پانی پلکے دیتے ہیں

مولانا

آئی تھی صدا محمد کو بھل فوجِ شقی سے فردوس کی خواہش ہے تو جان فوجِ خدا میں

میر علی محمد عارف بمیرہ نعیمی

نسیب کا آیا تھا کہ محمد ہو گیا فی الفور وہی اور کر دیئے الفت شہ نے کچھ طور ہی اور

حیدر مرزا ادب لکھنوی مرحوم

کر بلا میں اسدا اللہ کا پیارا آیا حشر مع فوج اسی دتت فضا را آیا

میر عشق

دی راہ میں سے صدا محمد نے اہل شام کو تارہ وہ ہوں جو پہلے نکلتے ہے شام کو

بجا و حسین تنہا مرحوم

کی سکر کے شہ نے جو محمد کی خطا معاف ایسا خجل ہوا کہ سینا سا آگیا

پروفیسر ضامن علی الہ آبادی مرحوم ایم اے صدر شعبہ یونیورسٹی

مترتب یہ محمد کو بخشا خوبی تقدیر پر نے خود صفی ماتم کھائی شاہ کی ہمشیر نے

ڈاکٹر خاور نگر امی

حرارِ حبیب بن مظاہر نے دوستو جاں دے کے زندگی کا گلستان بچا لیا

شارب لکھنوی

محمد گنا ہر گار بھی سایہ میں آگیا کتنا مرے حسین کا دامان بلند ہے

سید کاظم حسین قمر دکنی

کہا یہ حرنے کہ پانی دو خطا لوشہ کو مسافروں پہ کہیں بند آب کرتے ہیں

رفقارشاہ کے اربابہم تھے کیسے تذکرے چھوڑ گئے اپنے وفاداروں میں

قدسی جاسی

قرآن سے عیاں ہے سرفرازی اُس کی مشہور جہان ہے کار سازی اُس کی
شہ نے خر کو کر دیا رشکِ ملک اللہ سے گناہگار نوازی اس کی

آرزو

گھر سے خر نکلا جو قسمت آزمائی کے لئے راہِ دوزخ سے ملی جنت میں جانے کے لئے

میر علی نقی صفی

غلبہ پنچا سپہ شہ کا ہرا ول بن کر راہ پر جب حشرِ غازی کا مقدر آیا

نواب جعفر علی خاں اثر

سر ہے اس کا اور زانوئے جگر بند توں تحریر بھی کیا مرتبہ اللہ اکبر ہو گئے

سید علی احمد رضوی کاتب گوپال پوری

خر نے عجمت کی کہ پہنچوں جلد اب سوئے امام ہو چکا جس دم صفا آراشہ کا شکر دھوپ پی

عبید محترم سید علی اظہر مرغوب پانڈ پوری موم

خر نے کہا نہ مر کے بھی چھوٹیں گے یہ قدم حاصل مجھے جب آپ کی قربت ہے اے حسین

ولایت گوگھوڑی خنی

میدانِ کربلا میں سید کا سا تھکے کر تحریر ہو گیا بہشتی تقدیر ہے تو یہ ہے

سید مختار حسین زیدی محمود آبادی

صبح عاشور عجب انداز سے آیا تھا حشر دست بستہ ہر خمیدہ آنک اکودہ تھے نین

آپ مولانا نے محترم مرحوم و مغفور کی قلمی کاوش پڑھیں جو میری فرمائش پر الو اعظ

۶۱۹۵۲ میں شائع ہوئی وہ محققانہ انداز ہے جس سے متاخر ہو کر میں نے پیش لفظ میں غیر معمولی

طول دیا۔ آج وہ زندہ نہیں ہیں۔ مگر اناس موتے واپس العلم اچھا رہ جناب مرحوم کا مختصر حال بھی آپ نے دیکھا۔

آغا ہدی رضوی

۲۵ ماہ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ کراچی

ہماری کتابیں سوانح شاہزادہ علی اکبرؒ اور نور نظرؒ — روپے

”سکینہ بنت الحسین“ جس کی مقدس سیرت پر عہد شہر سے آج تک کسی نے اپنی

جگوا اس کا جواب لکھا نہ دیا تیسرا ایڈیشن ختم ہو رہا ہے — روپے

— سوانح حضرت عونؓ بن علیؓ۔ پانچواں ایڈیشن اضافہ کے ساتھ اور قبیلہ اعوان

کو مصنف کا پیام۔ — روپے

— محدثہ عظمیٰ حضرت شہر بانو کی روایت پر مجتہد تیسرہ تبصرہ۔ آیہ قرآن کی روشنی میں

طبع اول روپے طبع دوم معہ اضافہ روپے

— زعفر جن۔ کربلا کا محروم ناصر اور اس کی خدا کا قوم جن پر حقائق روپے

— کربلا والوں کی چھوٹی ہوئی فرڈ پاکدامن، لاہور پر نئی کتاب خیرات حسان

تل زینب کا عکس — روپے

— ہندوستان میں شیعہ قوم کے پہلے مجتہد سوانح غفران مآبؒ لکھنؤ کے

آثار قدیمہ کے نوٹ — روپے

— تاریخ لکھنؤ (۳ سو صفحات) با تصویر جلد اول روپے

— جلد دوم (۳ سو صفحات) روپے

— ”اطلاعات و تاثرات“ ادارہ کے عہدائیم میں لاہوری اور میوزیم پر بحث اور قوم

سے فرمائش گناہان کبیرہ سے بچو۔ دانگری و اردو — روپے

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
يَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالرِّمَّانِ الْمَدَدِ

قسم خدا کی بڑانیک کام کرتے ہیں
غم حسین کا جو اہتمام کرتے ہیں

نام کتاب

حسین حسین

مرتبہ و مؤلف

محمد وصی خاں

شخصیتِ امامِ عالی مقام پر اجرت انگیز معلوماتی
تحقیقی بے مثال مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی
بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت
ہزاروں سال کا پتھور اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے مل
کیا ہوا مواد

رحمت اللہ تک ایجنسی
بالمقابل بڑا انام بارگاہ نکھار اور کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

تاریخ کی مناسبت سے سلسلہ وار مجالس
سوز، سلام اور مرثیوں کی بیساعتی

بیاض تسکین زینب علیہا السلام

مرتبہ: محمد وحی خان



رباعی، سوز، سلام اور مرثیوں سے ترتیب دی ہوئی تاریخ کی
مناسبت سے کامیاب مجالس کا مجموعہ جو پہلی بار بیجا کیا گیا ہے۔



ہندوستان و پاکستان کے نامور سوز خوان
حضرات کے بستوں کا پنچوڑ
سوگوار بہنوں کے لئے نایاب تحفہ

ناشر: رحمت اللہ بک ایجنسی

بالتقابل بڑا نام بارگاہ، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰ - فون ۲۴۳۱۵۷۷

الحزب یزید الریاحی التیمی الیربوعی

كان الحرشوقی فی قومه جاهلیة واسلاماً ان جده عتایا كان
 مردیفا النعمن وولد عتای قیسا وعتایا ومات فرور قیس فلنعمن و
 فانزعه الشیانیون فقامت بسبب ذلك حرب یوم الطخفة والحرفو
 ابن عمه الاخص الهمالی الشاعر وهو زید بن عمر بن قیس بن عتای
 وكان الحرفی الكوفة رئیس انذیه ابن زید لمعارضة الحسین فخرج
 فی الفار من البصر-

حُرکی خانہ انی اور ذاتی شخصیت

حر خود اور ان کے آباد اجداد یورپا، ان اور یورپا قبیلہ عرب میں ایام جاہلیت
 سے لے کر اسلامی عہد تک اشرف میں شمار کیا جاتا تھا۔ ان کے دادا عتای بن
 بن منذر کے ردیف تھے اور روادت بمنزلہ وزارت ہے کیونکہ ردیف
 بادشاہ کے داہنے پہلو میں بیٹھتا ہے اور لجام بلجام سوار ہوتا ہے اور دمتر
 سخاں شاہی پر بادشاہ کے بعد سبقت طعام و شراب وہی کرتا ہے پھر اور

اہل جلسہ اس کا اتباع کرتے ہیں اور بادشاہ کی غیبت میں وہی مجالس حکومت میں اس کی نیابت کرتا ہے اور یہی منصب جلیلہ روافقت تھا جس کا افتخار مالک بن نویرہ یربوعی شہسوار یکہ ناز صحابی مایہ ناز رسالت کو حاصل تھا جو خلافت اول میں ان کے حکم اور ان کی شدید و اکیڈر طاقت سے ان کے سپہ سالار خالد بن ولید کے ہاتھوں بڑی مظلومیت سے مقتول ہوا اور اعلان اسلام کرتا ہوا جام شہادت پی گیا اور اس کے بعد اس کی زوجہ پر قبضہ کیا گیا۔ جوحن میں شہرہ آفاق تھی مالک انشرف و ابطال عرب سے تھا اور اسی خاندان و قبیلہ کا چشم و چراغ حر تھا اور مالک ہی طرح قدیمی اعزاز و افتخار و قارا اور وجاہت کا مالک تھا اور بلا اشکال تمام عرب میں اس کے آباؤ اجداد کے لئے روافقت آل منذر ملوک الحیرہ حاصل تھی اور اسی روافقت کے سبب سے حر کے قبیلے بنی یربوع اور آل منذر کے مابین وہ مشہور و معروف واقعہ پیش آیا۔ جس کو یوم طنخہ کہتے ہیں۔

طنخہ جس کا جمل واقعہ یہ ہے کہ عتاب کے دو بیٹے قیس و قعب تھے عتاب کے بعد قیس حر کا چچا رفادۃ لعین پر فائز ہوا۔ شیبایون نے اس افریں اس سے نزاع کی اور اسی سلسلہ میں جنگ یوم النخفہ یا طنخہ برپا ہوئی حرا خواص صحابی رسول و شاعر کا چچا زاد بھائی تھا۔ جس کا نسب یہ تھا۔ زید بن عمر بن قیس بن عتاب۔ یہ شخصیت تو اس کی آباہی شخصیت تھی۔ یعنی وہ تو بڑوں کا رئیس تھا۔

اب لہجے حر کی ذاتی شخصیت یہ تھی کہ وہ رئیس و شریف اور یکے ازابطال کوڈ تھا۔ رئیس ربع ازاباع کوڈ تھا۔ کوڈ دو ٹکڑوں میں تقسیم تھا۔ ہر ٹکڑے کو ربع کہتے تھے۔ اسی طرح لہرہ یا پنج حصوں میں تقسیم تھا۔ اخماس

لغزہ کہتے ہیں ان حصوں کا ایک ایک سردار ہوتا تھا اور ان کے ماتحت مختلف اور کثیر قبائل حرکی منزل و شخصیت سمجھانے کے لئے صرف یہی بات کافی ہے کہ وہ ارباع کوفہ کے روسا میں سے ایک رابع کار تھیں تھا۔ اور بنفہ اتنی بڑی ، وجاہت کا مالک تھا۔ اور وہ ریح جو عظیم تری قبائل اور اپنی کثرت و تعداد شان و شوکت میں ممتاز دیکتا اور مہارت حربی میں مشہور آفاق شہسواروں میں ضرب المثل غرض کہ ہرنج سے باقی سہ ارباع پر تفوق رکھنے والا اور اس اعظم ترین قبیلہ کا رئیس اعظم اور اس نیا دہ کی بیخ سے وہ خود جس قدر اپنی شجاعت و دیگر صفات ریسانہ میں اپنے ہم چشم اور ہم عصر روسا رامراء اور والیان امر میں اور اشرف اہل عراق میں تقدم ذاتی اور شرف و فخر مکاں و منزلت رکھتا ہوگا۔ اور سرآمد ہستیوں میں سرآمد ہوگا۔ وہ اس کے منصب اس کی یوزیشن سے ظاہر ہے لکھا ہے کہ وہ اشیمع اہل عراق تھا۔ اس کو ہم بعد میں لکھیں گے۔ اس شجاعت کا باب بہت طویل ہے۔

خرمنظر نظر ابن زیاد تھا اور اس یعیں نے اس کو ہزاروں سواروں کے دستہ کا سپہ سالار بنا کر امام حسین کو روکنے کے لئے اور اس معصوم عظیم کے لئے کتنی بھاری شخصیت دکھائی۔ جو اتنی بڑی فوج کو کنٹرول کر سکے۔ اور زیر فرمان رکھ سکے۔ بقول عنہر شجاعت ایسی فرد فر نہیں کہلائی۔ بلکہ وہ خود تنہا ایک قومی جہت سے تعبیر کی جاتی ہے۔ یعنی ہزار نفی قوت معادل حرا کیلا تھا چرا اپنے کو ایسی بزرگ شخصیت کا مالک دیکھ رہا تھا کہ ہزار آدمیوں کی قوت کے برابر قوت اپنے زیر فرمان قبضہ قدرت اور محیطہ تصرف میں موجود ہے۔ مگر باوجود اتنی زبردست شخصیت و مکنات کے قدم قدم پر تصرفات امامت و قوت قہاریہ امامت کے سامنے اپنے کو سپر انداختہ پارہا تھا۔ ناظرین کرام اتنی بڑی قوت کا فوج یزیدی سے ٹوٹ

کرسپاہ امام کی طرف منتقل ہونا، امام کے ٹوٹے ہوئے دل کے لئے جس قدر
 سہا سے کا باعث ہوئی ہوگی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ حرم کی ڈھارس شہداء کا
 دلولہ حسین کی مسرت کا اندازہ مشکل ہے۔ جو کا آنا دشمن کے لشکر سے ٹوٹ کر اس
 کا نانا اتانا تھا بلکہ ہزار گونہ قوت کے ساتھ آنا تھا۔ اور دراصل یہ اس کا عظیم
 کارنامہ ہے اور نادار الوجود بصیرت کراہتی بڑی وجاہت پر ٹھوکر مار کر دینی
 آبرو کو بچ سکھ کر دینی آبرو حاصل کی۔ جو جہاں جہاں امام سے دبا ہے اور اپنے
 کو لاچار پالیا ہے اس سے قوت و قدرت و تصرف و جلالت امامت کا
 اندازہ کیجئے اور اتنے گراں لشکر اور اتنی زبردست قوت اور شان و شوکت
 کے باوجود اس کی آنٹی پسرانہ خستگی اس کے رجمان قلب و عقیدہ مذہبی محبت
 دینی مودۃ القربی پر استدلال کیجئے اوصاف اس کے ابن زیاد کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے
 دل عظمت کیستی کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اعضاء و جوارح پابند تھے۔ مگر دل آزاد تھا
 ظاہر اس کا مطیع سلطان جابر تھا باطن پر حکومت اولی الامر تھی اس کی ہر رفتار
 ہر ادش اس کے کمان ایمان و عقیدہ کی چنلی کھا رہی تھی۔ اور ایک مبصر و منقذ
 کی نقاد نظر اس کے تیکہ کے پردہ کو چاک کر رہی تھی۔ وہ ہر ہر موقع پر امام پر اپنے
 عقیدہ مذہبی کو عرض کر رہا تھا۔ اور اپنے پیشوائے برحق کو اپنی عقیدت مذہبی کا
 یقین دلارہا تھا۔ اور غایت احترام و تہلیل و تکریم بحیل سے اپنے مظاہرات اور ظاہری
 سخت گیری کے وجود کو اپنی منغبی معذوریوں کو جتنا کر ان سے عفو و کرم کی درخواست
 کر رہا تھا۔ وہ حسین کو پلٹ کے کلہ بکا جواب دینا تیسع حرمت امامت جانتا تھا
 اور اپنی ماں کے بلا اعلان ذکر کے جواب میں حسین کی مادر گرامی فاطمہ زہرا کا نام
 لینا بے دینی سمجھ رہا تھا۔ وہ ابن زیاد کی طرف سے اتنی شدت مراقبت اور سخت ترین
 نگرانی کے باوجود جاسوسوں کی خبر رسائی کے کھٹکے سے بے پروا ہو کر ایک وقت

کی نماز امام زماہ کے پیچھے ترک کرنے کو گمراہی اور اضاعت صلوة سمجھ رہا تھا۔
 غرض کہ اس کا ہر فعل اس کی محبت خلوص و حقیقت مذہب عقیدت امامت
 کو بے نقاب کر رہا تھا۔ اس نے کوئی دقیقہ آتشِ فتنہ کو بجھانے اور حسینؑ کی جان
 بچانے اور موادِ صلح فراہم کرانے کا اٹھا نہیں رکھا اور وہ محبِ صلاح و اصلاح ہو کر
 امام حسینؑ کے خون بہنے کا کسی طرح متہم نہیں ہو سکتا۔ اس کے اعمال و افعال اقدامات
 بیغناہ ثابت ہو سکتے۔ حر کے مذہب پر ہم تفصیل سے بحث کریں گے یہاں اتنے پر ہی اکتفا
 مناسب ہے۔

حُر کی ولادت کے سلسلہ میں

ہم کو کوئی روایت معتبر ایسی نہیں ملی کہ ہم الواظظ کے ایسے علمی رسالہ میں یہ مہرک
 درج کر دیتے۔ آئینہ تصوف کے سنی مولوی نے الذی الحج الحرام روز چہار شنبہ
 وقت فجر ان کی تاریخ بتائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ وہ دمشق میں متولد ہوئے۔ روایت
 خواتین اور قدیم رنگ کے ذاکروں سے سنا ہے کہ حُر دعا امام حسینؑ علیہ السلام
 سے پیدا ہوئے تھے اور یہی تذکرہ اس کے لئے پاوٹ ہوا کہ عنانِ توسن سبطِ نبی پر
 اس کا ہاتھ کا پینے لگا۔ لجام چھوٹ گئی اور اس نے ہاتھ اٹھایا۔ جبکہ امامِ مرتبت
 پر مہر تھے (قصر بنی مقاتل میں) اور وہ راہ روکنے اور گھر کو ابن زیاد تک پہنچانے
 پر مہر تھا۔ حضرت نے فرمایا کیا تو نے کبھی اپنے ماں باپ سے سنا ہے کہ تو کس کی
 دعا سے پیدا ہوا ہے۔

حُر کے امام حسینؑ کے ساتھ مبادی حالات

ماحبِ عمر شجاعوت شیخ ابن نما کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

حرم منظور نظر ابن زیاد تھا۔ اود ہزار سواروں کے دستہ کے ساتھ ماہ امام حسین
 روکنے پر مامور تھا۔ جیسے ہی قمر ابن زیاد سے نکلا اور لقبہ حسین چلا۔ اس نے
 عقب سے منادی کی ندا سنی۔ (البشر یا حرب یا جنۃ) اے حر جنت مبارک باد پلٹ کے
 دیکھا کسی ہمشکر کو نہ پایا دل میں کہنے لگا کہ یہ بشارت کسی میں تو میں کی راہ روکنے
 حیار ہوں جنت کا تو اس کے دل میں تصویر بھی نہ ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے انجام سے
 باخبر نہ تھا، ہاں جب وہ خوش انجام فضل خدا سے بگڑ کے بنا اور خدمت امام بن
 سائب و لرزان حاضر ہوا اور اس قصہ بشارت عظمیٰ کو بیان کیا تو امام عالی مقام
 نے فرمایا: لقد اصبت اجراً و خیراً تو نے اپنے اجر و خیر کو خوب پہچانا اور اس تک
 خوب پہنچا۔ واقعی اس کے تفرس تو سم کی داد نہیں دی جا سکتی۔ جس قبولیت تو یہ
 کو دو چابی نظر میں خود شکوک سمجھ رہا تھا اس کو پانا بڑی نعمت کا پانا تھا۔ الغرض
 حاضر شجاعت میں ابو مخنف سے روایت ہے کہ دو آدمی بیان کرتے ہیں کہ جب
 ہم کاروانِ حسینی سے آکے ملے۔ اور حضرت کے ہم عنان و ہم رکاب ہو گئے چلے
 جا رہے تھے یہاں تک کہ منزل شراف میں آئے حضرت نے اپنے نوجوانوں (عباس
 السقار) کو بوقت سحر پانی بکثرت فراہم کرنے کا حکم دیا۔ امام علم امامت کے جو جب
 مہمانوں کی توافح اور سیرانی کا انتظام فرما رہے ہیں۔ حضرت کے ساتھ ظروف آب کی
 کثرت جو حر کے لشکر کو میراب کر سکے اور عباس کا حسن اہتمام اور سلیقہ سقاہت کہ اتنی
 بڑی جلا فرج کی تشکیک بھاننے کے بعد خود اپنے لشکر کو آئندہ منازل غیر آب تک پانی
 کافی طور پر فراہم ہو سکے اور قحط آب سے کربلا نہ بچ سکے۔ بچوں اور عورتوں کا ساتھ
 ہے۔ بے آب دیکھا منازل یہ امور قابل نظر ہیں۔ بہر حال فرسوا صدر یومہم اول
 موئس بطور رسم چلایا۔ ایک شہد و معروف رقبہ ہے جس سے اتر پائے ستروان بواسط
 شدت حرکت جگہ پر رہ جاتا ہے) حق انتصف النهار یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی فلکبر

رہل منہم ان میں کسی نے با آواز بلند تکبیر کہی۔ فقال الحیثین اللہ اکبر لم کبرت۔ حضرت نے تکبیر سے تکبیر کا جواب دیکر وجہ تکبیر پوچھی اس نے کہا کچھ نہیں مجھے تو جیسے نخلستان نظر آ رہا ہے۔ یہ دونوں اسدی بولے ہمارے علم میں یہاں تو کوئی نخلستان نہیں حضرت نے فرمایا کہ پھر تمہارے نزدیک اس نے کیا دیکھا۔ ان دونوں نے کہا۔ اسی ہوادی الخلیل، اے حضور میرے خیال میں تو اس نے سواروں اور گھوڑوں کے سر و گردن کو دیکھ کر نخلستان کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ فرمایا بخدا مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے۔ خیر یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی جائے پناہ ہے۔ جسے پشتِ سر کی طرف لے لیں اور صرف اپنے سامنے سے ان کے مقابل ہوں اور ایکسری طرف سے مقابلہ کی نوبت آئے وہ بولے۔ ہاں ہاں ہے کیوں نہیں۔

ہذا ذو حسم عن یسارک یہ کیا آپ کے بائیں جانب ذو حسم کی پہاٹیاں موجود ہیں اسی طرف رخ فرمائیے۔ اور مڑ چلیے۔ اگر ان سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ تو حسب وخواہ جگہ قبضہ میں آگئی۔ حضرت بائیں طرف مڑے سب ساتھ ساتھ چلے تھوڑی دیر میں واقعی سر و گردن اسپ و سوار نظر آنے لگے۔ اس طرح کہ ہم نے انہیں خوب پہچانا اور ہم ان سے مخرف ہوئے۔ فعدلفا عنہم فعدلوا۔ جب ہم مڑے تو وہ بھی اسی طرف ہمارے ساتھ مڑے یہ لوگ اس قدر روان و روان و شتاباں آ رہے تھے کہ ”کان استہتم الیہا وسیب وکان رایاتہم اجتمعت الطیر“ کہ گویا ان کی سنانوں اور نیزوں کے سروں اور اینوں سے مکھیوں کی بھنبھناٹ پیدائی تھی اور ان کے پرچوں سے طائر اڑنے کے وقت اس کے بازوؤں کی پھپھٹا ہٹ کی سی آواز آ رہی تھی دشکر کی پشت رفتار دکھائی ہے) راوی کہتا ہے کہ ہم ذی حسم میں پہنچنے میں ان میں سبقت لے گئے وہاں پہنچ کر سر پر دے خیمے برپا کر دیئے۔ پھر وہ لوگ بھی پہنچے معلوم ہوا کہ حربے وہ مع ہزار سواروں کے دستر کے اس گرنی میں وقت ظہر امام کے سامنے گھڑا ہو گیا

اس وقت خود امام اور ان کے اصحاب کلام کی شان یہ تھی کہ معتموں منقلد و ایسی فہم
سب سروسوں پر حملے پیسے تھے شمشیریں مکر سے ٹکائے تھے۔ اور اپنے برپا شدہ جینموں
کے سامنے کھڑے تھے

فقال الحیثین لاصحابہ استقوا القوم وارو وہم من المامور شقوا الخیل ترشقوا۔

حضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا ہوا انہیں پانی پلاؤ اور سیر و سیراب کرو اور ان کے
گھوڑوں کے سامنے طشتوں میں پانی رکھو یہاں تک کہ انہوں نے خوب چھک کے پانی
پیا۔ کانوا شاکیین فی السلاح لایری منہم الا الحدق“ وہ لوگ غرق اسلحہ تھے نہ بحر حدقہ
چشم ان کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ بہر حال خادمانِ امام نے فوراً حکم امام
کی تعمیل کی اور ان کے تمام تصامات اور قدحات طشتوں اور چھاگلوں اور سارے
پانی کے ظروفوں کو چھلکا دیا اور جل قھل کر دیا۔ پھر جب سوار یوں کی نوبت پہنچی تو ایک ایک
فرس کو مکر سے کر پانی دیا۔ جانور جب تین تین پہاڑ چار، پانچ پانچ بار پانی سے منہ
بٹھالیتے تھے تب سامنے سے طشت بٹھایا جاتا تھا یہاں تک کہ اول سے لے کر آخر تک
فرداً فرداً سب کو خوب سیراب کیا اور انحالیکہ اسی جلتی دوپہر یاد صوب کی شدت
اور سفر کی تعب سے لشکر حر پیماس کی شدت سے بدحواس ہو رہا تھا۔ علی بن طعان کے
واقعہ سے اس ایثار امام اور اخلاق و مہمان نوازی فرزند خیر الا نام میں اور جان ڈال
دی ہے۔ وہ خود ناقل ہے کہ میں کچھڑ گیا تھا۔ فرزند ساتی کوثر نے میرے پیچھے
جب میری اور میرے فرس کی غلبہ عطش سے بے تاباں اور بد حالی دیکھی اور مجھے
سہولیت سے پانی پینے کا امر فرمایا۔ میں آپ کے کلام کو سمجھ نہ سکا کئی مرتبہ کی
فرمائش و فہمائش کے بعد مجھے اور میرے گھوڑے کو لپٹے ہاتھ سے سیراب فرمایا
اس اخلاقی فیض رسائی اور جلے بھنے کبجوں کو ٹھنڈا کرنے کا جو کچھ غیرت سولی اور
انسانی حسان شناسی کے جذبہ اثر ہونا چاہیے۔ وہ حر اور اس کے لشکر بہر ہو اور

مزدور ہوا واضح ہے کہ حراس وقت قادسیہ سے آ رہا تھا۔ جب امام کی خیر آمد سن کر ناگہندی کی گئی اور حصین بن قسیم کئی ہزار سواروں کے ساتھ رسالہ کے ساتھ امام حسین کی راہ روکنے کے لئے آگے بڑھایا گیا۔ مقتل خوارزمی میں ہے کہ لشکر حرکی سیرالی کے بعد امام حسین نے لشکر سے خطاب کیا۔

۱۲ ایہا القوم من انتم قالوا نحن اصحاب الامیر عبید اللہ بن زیاد فقال و
من فاندکم قالوا الحورین یزید الریاحی التیمی فناداه الحسین یا حرا لیا ۱۲
علینا قال الحویل عبیک یا ابا عبد اللہ فقال الحسین للاحول ولاقوة الا باللہ
العلی العظیم۔ اے قوم آخر تم لوگ ہو کون کہاں سے آئے ہے کہاں جا رہے ہو۔
ہو کیا ارادے ہیں) وہ بولے ہم لوگ ابن زیاد کے اصحاب میں فرمایا تمہارا قائد
کون ہے عرض کیا گیا، حور حضرت نے حر سے پکار کر پوچھا۔ آیا ہمارے موافق یا
مخالف کہا آپ کا مخالف بن کر آیا ہوں۔ لاحول ولاقوة حتی دنت صلوة النظر یہاں
تک کہ وقت ظہر آگیا، حضرت کا اشارہ پا کر حجاج بن سروق مؤذن حسینی نے اذان
دی۔ اتنی دیر میں حضرت کپڑے بدل کر خیمہ سے برآمد ہوئے (بازار و عمارت)
روادش اندس پر تھی۔ لباس سفر اتار دیئے تھے حضرت نے مابین اذان و اقامت
خطبہ فرمایا۔ محمد اللہ قاتلنا تک علی قائم سیف کھڑے ہو کر قیفہ شمشیر پر ٹیک دیکر خطبہ
پڑھا۔ و اشعی اعلیہ پس از حمد و ثناء باری فرمایا۔ یا ایہا الناس انھما مذرۃ الی اللہ و الیکم
الی تم تنگم حتی اتشی کتبکم، لوگو میرے خدا اور تمہاری طرف مذرت ہے۔ (میں خدا اللہ
عند الناس اور خود تمہارے نزدیک مذکور ہوں) میں خود تو آیا نہیں تم ہی کے تو خطوط
لکھ کر مجھے بلایا تھا۔ تمہارے مکاتبات و مراسلات سب میرے پاس موجود و محفوظ ہیں
اور اس پر شاہد کہ تم نے لکھا تھا کہ ہم پر کسی امام کا سایہ نہیں۔ لیس علینا امام اور
یہ کہ آپ ادھر آئیے تاکہ خدا آپ کے واسطے سے ہم کو راہ حق و ہدایت پر جمع کر دے پس

اگر تم اپنے قول و سخن پر باقی ہو تو فہم المراد مجھے مطمئن کرو۔ مجھ سے معاہدہ بیمان و
 میثاق کرو اور اگر کسی وجہ سے ناکارہ ہو گئے ہو اور رائے بدل دی تو خیر میں جہاں
 سے آیا ہوں پلٹ جاؤں چشم ماروٹن دل ماشا د سب دم سادھے ساکت و مہمت
 سنتے رہے۔ حضرت نے مؤذن کو حکم اقامت دیا اور حر کی طرف پلٹ کر اس سے پوچھا
 یا بنی یزید ان تصلی با صحابك وانا اصلی با صحابی فقال الحمد للہ بل انت مصلى
 ونحن نصلی بصلواتك یا ابا عبد اللہ فقال للجماح اقمہ فاقامہ و تقدہرا الحسین للصلی
 فصلی بالعسکریں جمعینا۔ حضرت نے پوچھا آیا اپنے صحابہ کے ساتھ ڈیڑھ اینٹ کی
 مسجد لگ بنائے گا اور میں اپنے اصحاب کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھوں۔ اس نے کہا جی
 نہیں نماز تو ہم آپ ہی کے عقب میں پڑھیں گے حضرت نے حجاج کو حکم اقامت دیا۔
 حضرت آگے بڑھے اور ہر دو شکر نے شیعوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد نماز حضرت
 مع اصحاب داخل خیمہ ہوئے پھر بھی اپنے خیمہ میں پلٹا اس کے بھی مخصوص اصحاب
 گرد جمع ہو گئے۔ باقی لشکر اپنے مصاف و محل پر پلٹا۔ ہر ایک اپنے مرکب کی عنان تھلے
 تھا۔ عصر تک لوگ یوں ہی گھوڑوں کے سایہ میں بیٹھے رہے تاکہ بعد فراغ نماز عصر
 فوراً چل پڑیں۔ حضرت نے امر فرمایا کہ کوچ کے لئے آمادہ رہیں۔ پھر اذان عصر ہوئی
 جو بھائے ہی امام کے پیچھے فریقین نے پڑھی۔ بعد فراغت نماز امام نے مصلیوں کی طرف
 رخ کر کے پھر خطبہ پڑھا۔

حر کی آنکھ اب کھلی

منزل شراف سے بڑھ کر مقام بیضا ر پر امام
 عالی مقام کے اس خطبہ نے حر کی آنکھیں کھول دیں
 اس خطبہ غرار و بیضائے حر کو سمجھا دیا کہ خواب اپنے مسلک سے ٹلیں گے نہیں۔ اس پر

مصر رہیں گے تاثر سخن امام نے اسے ہوشیار اور چونکا کر دیا۔ اور یہیں سے فکر پائی
 دامینگر ہوئی یہ تو ایک دم سے ممکن نہ تھا کہ وہ قیادت لشکر سے دست بردار ہو کر امام کے
 ہم رکاب ہو جاتا لہذا اس کو اپنی جگہ یہ تدبیر سوچی کہ امام کو ان کے اصرار سے بکمال
 دلسوزی و کئے چننا پختہ اردلی کہتے ہیں کہ شیب در روز چلنے کے بعد حر کا لشکر پھر طالع ہوا
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور ہی دور سے امام کی نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا تھا جس
 قریب امام آ کر کہنے لگا اذکرک باللہ یا ابا عبد اللہ فی نفسک فانی اشہد لئن
 قتلت لتقتلن ولئن قوتلت لتھلکن فما ادری با ابا عبد اللہ اپنے نفس عزیز
 و محترم کے بارہ میں خدا کو یاد کیجئے میں ہویدا و آشکار دیکھ رہا ہوں کہ اگر آپ لڑے
 تو یہ ضرور باہر ورڈیں گے اور جنگ کی بھی تو آپ ضرور مائے جائیں گے۔ میں تو یہ ہی دیکھ
 رہا ہوں دیکھئے کیا خدا راضی ہو گا کہ آپ اپنے کو قتل و ہلاکت کے سپرد کر دیں برائے
 خدا اپنی جان پر رحم لیجئے۔ حضرت نے فرمایا: ابا الموت تخوفتی و بل بعد و نکم الخطیب
 ان تقتلونی۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے زیادہ سے زیادہ تم لوگ مجھے قتل ہی تو کر
 سکتے ہو۔ اور کچھ امام قتل کو اپنے مسک کے دہلنے اور عزم کو فسخ کرنے سے سبک
 سمجھ رہے تھے حضرت نے فرمایا کہ آیا تمہاری نظر میں یہ امر اس حد تک پہنچ گیا ہے
 کہ مجھے مار ڈالو۔ ما ادری ما قول لک میں نہیں سمجھتا کہ تیری باتوں کا کیا جواب
 دوں حر کا بغیر شکست پر شکست کھا رہا ہے۔ وہ یہ کہ جس کا میں آپ کو پلٹ
 کے جواب نہیں دے سکتا رسالے عرب میں صرف ایک آپ ہی کی ایسی ذات ہے
 کہ میں اپنی ذکر کے موخرہ میں آپ کی ماں کا بغیر طہارت و احترام نام بھی نہیں لے سکتا
 وہ اپنے نہ لڑنے کا یقین اپنی غیر ماوریت و غیر ماؤدینت سے دلا چکا یعنی اس ارادہ
 اور خیال سے وہ بالکل خانی الذہن ہے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی شکست کا اعتراف
 یہ کہہ کر کر چکا کہ نہ میرا کہنا ہو۔ نہ آپ کا درمیان راہ ہے کہ کوئی تیسری راہ اختیار کر لیجئے

بعد اتنی تکرار کے کہ لجام فرس تھکے تھا۔ حسینؑ کو جہد تھی کہ 'واللہ لا یغترک اور مذہب
 نفسی' جان جلے تو جلے تیرا کہنا نہ مانوں گا اور حرکتی ہٹ تھی کہ واللہ لا انا فارتک
 اذ تذب نفسی والنفس اصحابی؛ بجز اچھوڑوں گا نہیں چاہے میرا نفس مع نفوس اصحاب
 کام آجاتے لادبے کہ آپ کو امیر عبداللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ لیکن اس کو
 خولہ صورتی سے بات بنائی پڑی۔ جس میں اسکی فاش شکست تھی حسینؑ کی بات اور
 حسینؑ نے کہا کہ چھوڑ اپنے اصحاب کو نکل آمیدان میں مقابلہ ہو جائے اگر میں مقول
 ہوا تو میرا سر ابن زیاد کے پاس جائے ہی گا اور اگر تو مقول ہوا تو خلق خدا تیرے جھبھٹ
 سے چھوڑ کر راست و آلام پلے گی۔ حرنے یقین دلایا کہ میں آپ کا محارب نہیں۔
 محاربت و مقاتلت سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں۔ اور نبی الخال میرے علم میں اس کا
 کوئی سوال تو میرے لئے قابل غور ہو۔ جو کچھ کر رہا ہوں حفظ منصب کے لئے ویلوٹی
 بجار رہا ہوں اب جب اس نے دیکھا کہ امام اپنے مسک سے سر مو تجاوز نہ فرمائیں گے
 اور شہادت کے عزم بالجرم سے مطلع فرما رہے ہیں اور قتل ہونے کو سبک سے برکت
 بتا رہے ہیں تو اسے اپنے عقیدہ کے بارے میں کھل جائے بغیر چارہ کار نہ ہو احبات
 صاف اپنے مسلک و مذاہب اور عقیدے کو پیش کر دینا مناسب معلوم ہوا کہنے
 لگا۔ حضرت سیدہ اخی واللہ کا رہ ان یتلین اللہ لشی من امرکم غیر انی اخذت
 بیعتہ القوم و خرجت الید وانا علم انہما لوالی القیامتہ احدہ من ہذہ الامتہ
 الا وہو یدجو اشاعتہ حدک وانی واللہ لخالق ان انا قاتلتک ان اخسر الدینا
 والاخرہ وکن اما اتایا یا عبد اللہ فلست اقدر علی الرجوع الی الکوفہ فی
 وقتی ہذا

قسم بخدا میں اس بات سے کارہ و نافرہوں کہ معاذ اللہ خدا میرا آپ کے کسی

معاہدہ میں کسی اقدام سے امتحان لے بات صرف اتنی ہے کہ میں اس قوم کے ہاتھ بکا ہوا

ہوں ان کی بیعت (جاہلانہ) میں ہوں۔ اور آپ کی طرف بھیجا ہوا ہوں ورنہ یہ تو میرا علم الیقین اور عقیدہ ہے کہ قیامت میں ساری امت مسلمہ میں بھی کوئی تو آپ کے ہانا اور احمد غنیمی محمد مصطفیٰ کی شفاعت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ نہ بغیر شفاعت آنحضرتؐ راہ نجات حاصل کر سکتا ہے بخدا میں اس سے خائف ہوں کہ خدا نخواستہ آپ سے جنگ کے دنیا و آخرت دونوں کا گھانا اٹھاؤں۔ لیکن یا ابا عبد اللہ آپ ہی فرمائیں کہ ہم کیں تو آخر کیا کریں ہم اس وقت بحالت موجودہ کوفہ پلٹ کر جاویں تو کیسے جائیں اور بے نیل و مرام ابن زیاد کو کیسے منہ دکھائیں اور کیا جواب دیں خیر آپ میرا کہنا نہیں ملتے تو آپ جلیئے۔ لیکن خذ غیر الطریق فامض حیث الشئت کوئی راہ اختیار کیجئے اور جس طرح چاہیئے رفتار فرمائیے حرکت کرنا رہ کش ہو کر ایک جانب مہر فقار روانہ ہوا اور امام حسین ۳۸ میل یا اس سے زائد راہ طے کر کے مواعجاب دوسرے راستے سے عذیب البجانب پر پہنچے ذی حسم سے عذیب ۳۸ میل ہے یہاں ایک تازہ واقعہ دروغا ہوا اصحاب امام کیا دیکھتے ہیں کہ چار آدمی کوہ پیکر اونٹوں پر بیٹھے کوئل گھوڑے پیچھے ہیں گھیسے چلے آ رہے ہیں یہ نامرآن امام تھے جو چھپتے چھپلے غیر معروف راستے سے تلاش امام میں کاروان شہداء سے ملنے آ رہے تھے گھوڑا نافع جملی کا تھا۔ اور خود خفیہ طور سے برزاقہ ابو ثمار فخر صلوٰۃ ظہر عاشورہ منزل ذی حسم سے پہلے کسی منزل پر مل چکے تھے یہ قافلہ پوشیدہ استقبال کاروان امام کو چلا آ رہا تھا۔ طرح بن عدی ان نامرآن امام کے دلیل لاہ تھے (عمر بن خالد صیداوی مع اپنے غلام سعد اور بھی لوگ تھے) انہوں نے دور ہی سے حضرت کو سلام کیا حمر گھوڑے ہی فاصلہ پر حضرت کی مراقبت کر رہا تھا کچھ جدا تو ہوا نہیں تھا اس نے بر محل مزاحمت و مملکت کی اور کہا یا تو یہ پلٹ جائیں یا میں میقد کر لوں یہ کچھ پہلے سے تو ساتھ تھے نہیں فرمایا میں ان سے دفاع کروں گا اور ان کی محافظت یہ میرے اعوان و انصار ہیں تو خلاف معاہدہ قبل

جواب ابن زیاد ان سے تعرض کر سکتا۔ انہما ہولاء اعوانی و اللہ ضامری ہما صوابی
وہد بمنزلۃ من جاہ معنی۔ یہ میرے انہیں اصحاب و اصحاب کے مانند ہیں جو
میرے ساتھ آ رہے ہیں، تکلف عنہم الحر، بڑی رو دو بدل کے بعد حسد دست بردار
ہوا دونوں لشکروں نے وہاں سے کوچ کیا، قصر بنی مقاتل میں پہنچ کر شب بپاش
ہوئے آدھی رات گئے وہاں سے کوچ کیا۔ یہاں پھر رو دو بدل ہوئی امام مدینہ پلٹنا
چاہتے تھے، سخت زد حوزہ پیش آئی اسی حجت و تکرار میں سپیدی سحری طالع ہو
گیا امام فریضہ صبح کے لئے اتر پڑے اور بعد نماز بعلت تمام پھر سوار ہو کر
چل پڑے پھر بائیں ہاتھ کوڑے حر پھر حائل ہوا جس قدر وہ حضرت کو اصحاب بیت
کوڑے متوجہ کرنا چاہتا تھا اسی قدر یہ لوگ اس کے حکم سے سرتابی کرتے تھے اور
آگے بڑھنا چاہتے تھے اسی طرح ادھر ادھر مرتے مرتے نینو امیں پہنچے۔ یہاں پر ایک
ساڈنی سوار حر کے نام ابن زیاد کا پیام لایا کہ امام کو اسی جگہ اتارے۔ جہاں یہ خط
پہنچے، فاذا امرکب علی نجیبہ، و علیہ السلام تکب تو ما مقبل من الکوفہ تا کہاں
ایک سوار نمودار ہوا، اسب عربی اس کے زیر ان تھا تمام اسلوں سے مسلح کمان دوشی
پر ڈالے کوڑے کی سمت سے آ رہا تھا سب کی نظریں اٹھ گئیں اور اس کے انتظار میں
رک گئے، جب وہ قریب پہنچا، ”فسلم علی الحر و سلم علی الحسین“ دو تڑوہ الحسین
اس نے حر کو صرف سلام کیا حسین کو چھوڑ دیا قابل سلام نہ جانا سوار نے حر کو ابن
زیاد کا خط دیا۔ لکھا تھا کہ فوراً کسی بیابان خشک بے آب و گیاہ میں حسین کو اتار
دے، و ہونی غیر حصن و علی غیر مار جہاں نہ کوئی پناہ گاہ ہو نہ چشمہ آب میرا قاصد تیرا
ملازم رکاب رہ کر نفاذ احکام و تعمیل و المثال پر حاضر و ناظر ہے گا اور مجھے خبر پہنچاتا
رہے گا کہ تو نے کس حد تک تعمیل کی، فلما قرأ الحو الکتاب جب حرنے نامہ ابن
زیاد پڑھا تو لوگوں سے کہا کہ یہ مجھے حسین کے ساتھ بد سلوکی پر مامور کرتا ہے لا واللہ

ما اھا و عن نفسی ولا تعجبی الی ذالک ابدأ۔ بخدا میرا نفس اسے ہرگز ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ محمد اللہ واثنی علیہ پس از حمد و ثنا، باری فرمایا: ایہا الناس، اگر تم خدا ترس رہو اور حق شناس تو خدا تم سے زیادہ خوشنور ہوگا۔

و نحن اهل البيت اولى بولاية هذا الامر عليكم من هولاء المدینین
 ما کن لہم و السایرین فیکم بالجوس و العدران و انکتتم کرمھتم و فادھم لہتم
 حقنا و کان رافکتھم عواما اتنی کتبتکم و قدمت بھم من سکھم انھم فہت عنکم۔

فرمایا کہ منور ہم اہلبیت محمد اس امر خلافت کی ولایت کے لئے اولیٰ و احق
 و سزاوار تر ہیں۔ ان مدعیان و طاہت خلافت سے جس کا انہیں کچھ حق نہ پہنچتا اور یہ
 تم میں جو ر و ظلم و تعدی کے ساتھ رفتار کرتے اور گنہگار ہوتے ہیں تاہم اگر تم
 بوجہ اپنی جہالت کے ہمارے حق سے کارہ ہو اور اب رائے پلٹ گئی اور اپنے نام و پیام
 و مراسلات و مکاتبات و ہود و موثقیق سے جو بذریعہ سفراء و فوڈ میرے پاس بھیجے تھے
 منحرف ہو گئے ہو تو خیر کچھ پرواہ نہیں۔ اب مجھے پلٹ جانے دو۔ جرنے کہا کیسے خطوط
 جن کا آپ بار بار ذکر کرتے ہیں اس نے بالکل انکار کیا اور کہا واللہ ما ندہری ما
 ہذہ اکتب اللہ الی ذکر۔ حضرت نے اپنے غلام عقبہ بن سمان سے اشارہ کیا اس نے
 خورجین خطوط سے بھری ہوئی لاکر سامنے اونڈیل دی۔ فقال الخمر فان السنا من ہو
 لام الذین کتبوا الیکم۔ ”جرنے کہا حضرت ہم انہیں لوگوں میں سے نہیں۔ جو ان مکاتبات
 کے مرسلین ہیں۔ میں تو ماسود ہوں کہ جس وقت اور جہاں پر آپ ملیں آپ سے جدا نہ ہوں
 اور کوئی نرذ ابن زیاد پہنچا کے دم لوں۔ فقال الحسن الموت اذنی من ذالک الیک
 ثم قال لا مجاہدہ امر کیو فر اکتبوا۔ ”اگر یہی آرزو ہے تو بس مجھ لے تیری موت
 تیرے سر پر کھیل رہی ہے دتھو بیسے بہت قریب ہے) حکم دیا دوستو۔ سوار ہو سب
 سوار ہو گئے۔ حضرت اہل حرم کی ساریوں کے منتظر ہے۔ پھر فرمایا۔ پلٹو دیکھیں کون

روکتا ہے۔ حرنے انجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور سپاہ حرنے حائل ہو کر راہ روک لی
 اُن کی بیکگی اور کیسے سخت امتحان کا موقع تھا ایسے ہی مواقع پر ظرف امامت اور
 اقدامات امامت کے مصالح اور احتیاطوں کو پرکھ سکتے ایک طرف حرکات انجام پیش نظر ہے
 جو امام حسین کو مروت میں ڈالے ہے ایسے خوش انجام جاں نثار سے فطرت عصمت کسی
 جماعت اور گستاخی کی مکافات کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہے کہ حر پھر اپنا ہے وہ
 لاعلمی دے خبری میں ایسے مظاہرات کر رہا ہے یہاں علم امامت انجام پر حاضر و ناظر ہے
 کوئی ایسا جواب اسکی گستاخیوں کا نہیں دیا جاسکتا۔ جس کا تذکرہ پچھڑے ہوئے رفیق کے
 ملنے کے بعد کیا جائے۔ امام کے لئے پابندیاں ہیں لیکن دوسری طرف شان اور وقار اور
 آن بان کا تقاضا ہے کہ اس کو اپنی ہیبت و جلالت قہاریت سے ان گستاخوں کا کچھ تو مزہ
 چکھایا جائے اور تفسیر کی جائے۔ فقال ثعلبک امکے ماترید۔ تیری ماں تیرے سوگ میں
 بیٹھے حرجا رہتا کیا ہے۔ حرنے نہایت دردناک جو میں عاجز انداز میں عرض کی یا بنی رسول اللہ
 بخدا کوئی دوسرا عرب میری ماں کی شان میں ایسا کلمہ کہتا اور فاش طریقے سے میری
 ماں کا مجمع عام میں نام لیتا اور ذکر کرتا تو میں بھی چھوڑتا نہیں اسی طرح اسکو بھی جہاں
 دیتا اور اس کی ماں کو بھی اس کی غرار میں بٹھاتا اور سوگ نشیں کراتا۔ پھر یہ کہ وہ
 علی مثل ہذا الحالتہ الی انت علیہا کوئی شخص جو آپ کی ایسی موجودہ گرفتاری کی حالت
 میں ایسی بات کی کیا مجال رکھتا تھا۔ ان اقوال کا سنا ماکان جواب تو میں دے ڈالتا
 پھر ہر چہ بادا باد دیکھا جاتا۔ مگر بخدا کیا مجال میری مجھے بحیثیت مسلم حق نہیں کہ بجز احترام
 آپ کی مادہ گرامی کا نام بھی لوں امام کا اس کی ڈھیل پر دل بھرا یا فقال ماترید
 فرمایا آخر کیا چاہتا ہے اس نے عرض کی ” ماترید الانطلق بک الی عبد اللہ میں طرف
 ابن زیاد تک آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں اور بس ” فقال اذن لا ابعثک بخدا میں تیرا
 کہتا ہرگز نہ مانوں گا۔ اس نے کہا ” اذن لا ادعک واللہ ” بخدا میں اس صورت میں

میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں لکھا ہے اس باہمی محبت و محرار کے وقت دونوں کے
 رخسائے سرخ تھے اور تین بار طرفین میں اسی کلمہ کی رد و بدل ہوئی۔ حرکت بھی
 ضد تھی کہ لا انفارقت حتیٰ اذ خلت عدا بن زیاد، امام فرماتے تھے یہ خواب و
 خیال ہے حضرت نے حرکتیں تنہا مخالفت و جنگ آزمانی کی دعوت دی اور اسی پر
 فیصلہ کرنے کہا صاف بات یہ ہے کہ میں مامور جنگ اور مازوں بہ تیغ آزمانی و
 معرکہ آرائی تو ہوں نہیں۔ صرف اس پر مامور ہوں کہ آپ کو پا کر آپ سے جدا ہوں
 اور کوفہ پہنچاؤں خیر اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو کم سے کم اتنا قبول کیجئے کہ کوفہ
 اور مدینہ کے ماسوا کوئی تیسری راہ اختیار کیجئے۔ لیکن بینی و بینک لفظ میرے اور
 آپ کے درمیان اذوائے الصاف یہ درمیانی راستہ ہے نہ آپ ہی کا کہنا ہو نہ میرا
 ابن زیاد کو ماجرا لکھتا ہوں، مناسب ہو تو آپ بھی بزید کو لکھئے یا ابن زیاد کو سہی
 نعل اللذان یاتی بامور حرقنی فیہ العافیۃ شاید خدا میرے لئے کوئی راہ عافیت
 پیدا کرے۔ آپ کی گرفتاری میں کاہے کو مبتلائے عذاب ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس
 کے بعد حضرت نے بائیں جانب باگ موڑ دی جس راستہ پر آپ نے تھے اسے چھوڑ دیا اور
 غریب اور قادیسیہ کی راہ لی۔ جو ایک بیابان ہے۔ پر خطر اور ٹیلے ہی ٹیلے نظر آتے ہیں
 جن پر آفتاب غریب کیا کرتا ہے اور بس کارروان حجاز حرکت میں منزل بیضا
 پر پہنچا۔ یہاں پہنچ کر امام نے پھر خطبہ پڑھا جسے حار اور اس کے اصحاب نے سنا پس ان
 حمد و ثناء الہی ایک حدیث رسالت پناہی اور پیغام مصطفوی کی ترجمانی کی فرمایا۔
 ایسا انسان میرے نانا کا فرمان ہے کہ جس نے کسی ایسے سلطان جاہر و جوہر پر ور کو دیکھا
 جو حریم خداؤیس الہیہ دشعائر اسلامیر کی ہتک و حرمت کرتا ہو عہد خدا کو توڑتا
 خلاف پیغمبر راہ اختیار کرتا ہو اور نندگان خدا پر جو رو تعدی کرتا ہو پس بار صاف
 ان امور کے مشاہدے کے اس سلطان قاہر کی قولاً فعلاً مخالفت نہ کرے تو خدا پر لازم

ہے کہ اسے اوندھے منہ جہنم میں جھونک دے ایسا الناس یہ ویسے ہی لوگ ہیں آن
واحد کے لئے بھی طاوت شیطان سے جدا نہیں ہوتے اور طاوت رحمان کو ترک کر کے
آشکارا فساد برپا کرتے حدود الہیہ کو معطل کرتے حقوق کو بس اپنے لئے مخصوص کرتے
مسلمانوں کا مال کاٹتے حلال خدا کو حرام، حرام کو حلال بتاتے شرعیت اسلامیہ کو منقلب
کرتے ہیں پس میں سب سے زیادہ اس امر کے لئے سزاوار ہوں کہ ایسے جو لو پروردگار
کے تغیر میں کوشش کروں اور یقیناً میں اسے اپنی تکلیف اسلامی جانتا ہوں تمہارے
خطوط مجھ ملے اور تم نے اپنے معتبر سفر اور نمازوں سے مجھے اپنی تابداری کا یقین
دلایا۔ نیز یہ کہ حتماً جزمًا مجھے چھوڑو گے نہیں تم نے طلب ہدایت کا تم نے امام طلب
کیا۔ مجھے تمہیں دین بصورت عدم قبولیت دعوت تم نے ناتلا سے شکایت کی دھکی تھی۔
پس اگر تم اب تکمیل بیعت متمیم عہد کرو تو ضرور تم نے اپنے رشد کو پایا کیوں کہ میں
ہوں حسینؑ ابن علیؑ فرزندنا طہ بنت مصطفیٰ میری تمہاری جان میرے تمہارے خیال
باہم ایک ہیں گے چاہے کہ میری بیروی کر دورہ تم نے عہد شکنی کی اور یہ کوئی تازہ
امر نہیں تمہاری بجز متوقع اور ناوکھی حرکت نہیں تم تو یہ سلوک کئی بار میرے باپ بھائی
اور ابھی حال میں میرے ابن سم مسلم بن عقیل سے کرچکے کیا کچھ نہیں کرچکے ہو تم نے
اپنے بخت کو گم کر دیا ہے بیان شکن جان لے کر اس نے اپنا آپ نقصان کیا جزمًا
و حتماً خدا مجھ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر حضرت حرکی
حراست میں سوار ہوئے۔

لطیفہ

خواجہ اعثم کو فی اور خوارزمی نے لکھا ہے کہ حر کے ایک ساتھی نے قاصد ابن
زیاد سے پوچھا تیری ماں تجھے روئے تو آخر کیوں آیا یہاں پر اس نے کہا۔ امدت امای

ووقیت بیعتی و جنت برسالۃ امری میں اپنے امام کی اطاعت و فاء بیعت اور ابلاغ
 رسالت کے لئے آیا۔ رفیق حر و المکتی بہ ابوالشعا بولوا لعری لقد عصیت ربک واما مک
 واصلتک نفسک واکتبت واللہ عارا ونا را بحیہ اپنی جان کی قسم تو نے اپنے امام پر حق
 اور خدائے برحق کا عہبان کیا اور اپنے کو ہلاک کیا۔ اور بخدا تو نے تنگ و شرم دناں جہنم کو
 کو اختیار کیا جس امام کی تو نے پیروی کی وہ کتنا محسوس امام ہے اور وہ کیسا برائے
 امام ہے جس کے بارے میں خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ وجعلنا ہم ائمۃ یدعون الی اللہ
 وعلیم الیقامت لایسھرون الفرض حر قاصد کو لئے حاضر خدمت امام ہوا اور کہا یعنی
 یہ نوشتہ ابن زیاد ہے اور مجھے سختی کا امر ہے اور یہ مجھ پر ناظر ہے ہذا نہیں پر اتنا
 پڑے گا فرمایا خیر ہم کو چھوڑ دے یہاں وہاں کہیں اتنی نینو یا حاضر یہ یا شفیہ
 میں اس نے کہا۔ لا والذکر لا مستمع ذالک ہذا سر جل قد لعبت علی علینا یطالبنی و
 یواخذنی بذالک حرنے کہا میں زیادہ رعایت نامکن ہے۔ یہ ابن زیاد کا آدمی ہے
 میرا ناظر ہے وہ میری ڈھیل کا مجھ سے مطالبہ اور مواخذہ کرے گا۔ بخدا میرے امکان
 میں کچھ نہیں ہے مجھ سے سخت باز پرس کی جائے گی۔ حضرت اپنے منزل مقصود پر پہنچ چکے
 تھے ظاہری اسباب حفاظت و تدابیر برات الزام ہلاکت کا حقہ ختم فرما چکے تھے حر
 کے اصرار پر زیادہ انکار کی وجہ نہ پائی۔ اتنے پڑے تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ آپ
 نے پوچھا "ما یقال ہذا الا فی فقالوا کو بلا و یقال لہما ان یسوا خیریتہما
 فقال کوب و بلا" اس سرزمین کو کیا کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ بلا و نیز نینو ادا کی
 قریہ امام حسین نے چشم پر آب ہو کر فرمایا کہ سوبلا کا مقام کہتے ہیں اسی کی خبر نانی
 ام سلمیٰ نے مدینہ سے روانگی کے وقت دی تھی اس واقعہ کو بیان کر کے مشتبہ خاک
 اٹھا کر سونگھی اور فرمایا "ہذا اللہ ہسی الارض الیٰ خیر جبریل جہا رسول
 اللہ و اننی اقتل حینہا۔ بخدا اسی سرزمین کی خبر نانا کو روح الامین نے دی تھی

اور یہ میری قتل گاہ ہے ابدی خواب گاہ ہے ۲۰ محرم یوم پنجشنبہ ۱۰ھ کا دن تھا
ادھر پسر مصطفیٰ اہل حرم سمیت اتر پڑا ادھر حری بھی ہزار سواروں کے رسالہ سمیت اتر
پڑا لکھا ہے کہ زیر قین نے حر کے اتارنے کے بلیغ اصرار پر عرض کی۔

ذکرنا یا بن رسول اللہ فقال هو لاء العوہ فان قتالنا ایا لہم السانہ
اھون علینا من قتال من یاتینا معہم بعد هذا قتال صدقت یا نہایرو
کن ما کنت لادکھم بالقتال حتی یبدک اوفی

یا بن رسول اللہ اس قوم سے لڑ لینے دیجئے یہ اس وقت تھوڑے ہیں
ان سے قتال آسان ہے پھر اس کے بعد جو ان سے آکر ملنے والے ہیں۔ ان سے مقابلہ
دشوار ہوگا۔ فرمایا کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر میں اور ابتدائے جنگ تا وقتیکہ یہ
چھیڑ چھاڑ نہ کریں ان کے مشورہ سے حضرت فرات کے کنا سے اترے فرمایا "اللھم
اسود بک من کوب و دلاء ادھر تو صر نے ابن زبیر کو نزول اجلائی سے مطلع
کیا اور سپاہ کا چارج جلد از جلد کسی دوسرے ہاتھ میں دیکر امام کی مزید فرمائشوں
سے دست بردار ہونا چاہا ادھر جہان نے اپنے میزبانوں کو اپنے قدوم میں منت لزوم
سے مطلع کر دینا مناسب جانا۔

دعا الحین بدوۃ و بیا حق و کتب الی اشرف الکونۃ من یظن

انہ علی ما جبت۔

خوارزمی اور مناقب میں ہے کہ دوات اور کاغذ سپید طلب کر کے اپنے میزبانوں
کو مطلع کرنے کے لئے خط لکھا پینچے یا پینچے جا سکے یا نہ جا سکے۔ لے جانے والا ملے یا نہ
ملے رسم ادا کرنی ہے پھر اپنے اصحاب اور ہمرازوں سے دودر باتیں کر کے حرم سرسبز
سہمے ہوئے بال بچوں میں تشریف لے گئے اس کے بعد اصحاب کو خیمہ میں جمع کیا نہایت
حزن آمیز خطبہ پڑھا اور قضا و قدر الہی پر تادم مرگ قائم رہنے کا مصمم ارادہ ظاہر

فرمایا۔ ان کا عزم معلوم کیا اور آئندہ کے جملہ خطرات کو کھل کے بیان کر دیا۔ سب نے وہ پسندیدہ امید افزا جواب دیئے۔ امام حسینؑ کو آخر شب ان کے اوتنے ہونے پر لڑنے سے منع فرمائی پڑی ان دوستوں نے اپنے امام سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم نہ تو اپنی رفاقت و معیت پر کارہ ہیں نہ پچھتاتے ہیں کہ کیوں ملے ہم تو گھر بار اہل و عیال سب چھوڑ کر اس لئے آئے ہیں کہ جان کی ضرورت ہو تو جان دیں اور ہم آپ کے سامنے لڑنے کے مرجائیں اور آپ کی رفاقت و نصرت میں شہادت حاصل کرنے کا آپ پر بھی کچھ احسان نہیں دھرتے بلکہ خدا نے ہم پر اپنا یہ احسان کیا کہ آپ کا نام اور جان نثار بنا کے آپ کے ہمراہ شہادت پر فائز کر کے آپ کے نانا محمد مصطفیٰؐ کی شفاعت کا حق دار بنایا احسان تو آپ ہی کا ہے نہ کہ ہمارا ہم نے منزل شرافت سے کربلا تک کے مسلسل حالات لکھ دیئے اور اختصار کے راستہ کے ذیلی واقعات کو جو حر سے غیر متعلق تھے۔ اور قلم انداز کئے جاسکتے تھے۔ ترک کر دینا مناسب جانا حر کے خدمات کا فائدہ اس وقت ہوا کہ جب اس کی اطلاع پر پیر سعد اپنی فوج جبرائے کروار د کر بلا ہوا پس حُر چارج دیکر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہوا۔ نزول کربلا سے لے کر صبح عاشورہ رجمت تک نہ معلوم کس دنیا میں تھا اور کس رنگ میں کن خیالات میں غرق تھا آیا۔ ایام ہما و نضہ بھر میں کسی وقت وہ کوئی پروگرام بنا چکا تھا موقع کا متلاشی تھا یا دفعۃً ابن سعد کے دو کھے جواب پر اس کے دل میں چوٹ لگی کیا تو واقعی اس شخص سے لڑنے کا ابن سعد بولا ای واللہ قتال شدید اسر برسین گے معلوم نہیں وہ کب سے نام تھا یا یہ کہ ایک دم سے اس کا دل مقلد کی طرح پلٹا بہر حال آج کے بعد اب حر کو حسینؑ کے سامنے سر جھکاتے دست بستہ دیکھیں گے یہ پوچھنے ہوئے کہ کیا مجھ ایسے گنہگار کی وسعت حضور کے دامن رحمت میں ہے کیا میرے ایسے خاکی و عاصی کی تو یہ حضور کے علم میں قابلِ منفرت ہے۔ فرمائیں گے کیوں نہیں۔

سبیلِ سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد پرنٹنگ پریس

روز عاشورہ اور حسرت

تفصیل اس رحمت کی یہ ہے کہ ترتیب لشکر کے بعد

ابن زیاد نے امام حسین سے جنگ کے اقدام کا حکم دیا

بسموں نے تعین حکم کی " الا لفرقان عدل ایسہ وقتل موم بحر حر " کے جو لبوئے امام جبار اور حضرت کے ساتھ شہید ہوا چلتے چلتے اس نے پسر سعد سے سوال کیا " صلوات اللہ القتال انت ہذا الرجل خدا جھے صلاح اندیشی کی توفیق دے کے کیا واقعی تو نے اس شخص سے جنگ کی ٹھان لی ہے اس نے کہا بخدا ایسی ویسی جنگ نہیں بلکہ قتال شدید سر برسین گے۔ ہاتھ قلم ہوں گے کرنے کہا کیا اس مظلوم کے پیش کردہ شرائط ایک دم سے ناقابل قبول ہیں عمر نے کہا امیر راہنی نہیں کیا کروں اس روکھے جواب پر حر نہٹ چھوڑا اور سے پلٹا اور ماہین مردم ایک جگہ پشت فرس پر بیٹھا کچھ نکر میں پر گیا فرہ بن قیس ریاحی نے کچھ چھیڑ چھاڑ کی مگر حر کے انداز گفتگو سے سمجھ گیا کہ یہ مجھے سر کا ناہا ہوتا ہے وہ ہٹ گیا اس کا بیان ہے کہ بخدا میں فوراً ہٹا گیا کہ حر کنارہ کشی چاہتا ہے۔ اور جنگ سے کارہ ہے اور نہیں چاہتا ہے کہ میں اسے پس و پیش پر مطلع ہوں۔ بعد اس کے مطلب کو نشر کر دوں اور امنوں کو صورت حال سے مطلع کر دوں پس میں کنارہ ہو گیا۔ بخدا اگر حر مجھے اپنے لادہ پر مطلع کر دیتا تو میں اس کا ضرور ساتھ دیتا اور ہمراہ چلا جاتا قرہ کے دفع ہونے کے بعد حر آہستہ آہستہ لبوئے لشکر امام بڑھا ہما بحر بن اوس ریاحی کا اقرار شجاعت حر اس نے حر کی یہ رفتار دیکھ کر کہا

پھر راجی کیا ارادے ہیں حملہ کی تیاری ہے جسراکت رہا مگر بدن کا پ رہا تھا خوف
 درجا و جزر و مد کا عالم تھا۔ مہاجر بولا یہ کیا حالت ہے ایسا تو میں نے تجھے کبھی نہیں
 دیکھا۔ مجھ سے اگر کوئی کے شجاع ترین مردم کا نام پوچھا جاتا تو بے دھڑک کہتا جر
 میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں ”قال الخیر اللہ راخیر نفسی بین الجنة والنار فواللہ
 لا اجترأ علی الجنة فشتا ولو قطعت وحرقت حرنے کہا بخدا میں اپنے لئے دوزخ
 و جنت کا فیصلہ کر رہا ہوں گویا ما بین دوزخ و جنت کھڑا سوچ رہا ہوں کدھر
 حاؤں ادھر یا ادھر۔ خدا کی قسم بمقابلہ جنت کوئی شے اختیار نہیں کر سکتا چاہے
 ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاؤں۔ یا جلا ڈالا جاؤں ”شم ضرب فرسہ والحق بالسیئین“
 گھوڑے کو چابک ماری اور سپاہ حسینی کی طرف اڑا۔ ” فلما دنی منہم قلب ترسہ“
 قریب پہنچ کر سپر الٹ دی لوگوں نے کہا کہ یہ سوار کوئی بھی ہو مگر امان طلب ہے تعرض
 کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مقتل کے بعد اس تبصرہ کا کوئی موقع نہ ہے گا اس لئے اس
 کو یہیں پر ختم کر دینا چاہیے۔

تبصرہ منجانب مضمون نگار

آپ شروع سے آخر تک اس کے کردار اور
 طرز عمل کو دیکھ جائیے۔ ہر جگہ اس کو حفظ تہ
 کرتا ہوا پائیں گے یعنی یہ بات کھل جائے گی کہ وہ اپنی ڈیلوٹی کا پابند ہے سخت
 گیر حاکم ہے منصب کے خلاف ایک لہنج قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ اسی کے ساتھ
 عقیدہ کا کٹر ہے دنیا کی خاطر دین کو بر باد کرنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اس کے ہر اقدام امت
 کے ساتھ اس کی ہر سخت گیری امام حسین کے ساتھ اگر کسی منصبی استواری کو ظاہر کر رہی
 ہے تو اس کا ہر جگہ باوجود کثرت سپاہ و قوت ظاہری دب جانا اور ٹکرانے سے بچنا اس

کے مذہبی عقیدے اور حسینی محبت و لوازم احترام کی جغلی کھا رہا تھا اس کا مذہب اور عقیدتی رجحان اس کی حسین سے محبت اور خیال احترام سے ہر جگہ دہرایا تھا زیادہ سے زیادہ یہ کہ رجعت سے پہلے اس کی آنکھیں نہ کھلی تھیں سب وجہ و منصب حسین شناسی پر غالب تھی اور تاویلات و کیکہ و عیلمہ سے اپنی سختیوں کے جواز پر دلیل و تقیم دلیلیں قائم کر رہا تھا تو ہر حال وہ کچھ معصوم تو تھا نہیں ہم اس کی شیعیت کے حامی ہیں نہ اس کی عصمت کے قائل ہر شہید حبیب و سعید تو نہ تھا اگر وہ یہ سمجھ کر امام حسین پر سختی کر رہا تھا کہ میرا منصب بھی نہ چھنے اور باقی مذہب بھی باقی ہے اور آخر قتل حسین کچھ نہ کالوا تو ہے نہیں۔ کچھ ایسا آسان کام نہیں زیادہ سے زیادہ انکے بڑے بھائی امام حسن اور معاویہ کے درمیان والا معاملہ پیش آئے گا صلح تو ہر حال میں ہو ہی جائے گی۔ یہ اتنی سختی جو بہ تعبیل ابن زیاد بر عایت منصب و امارت لشکر میں کر رہا ہوں حضرت خود اس کے وجوہ کو محسوس فرما رہے ہوں گے اور سب ہی کوئی کوئی خاص مطالبہ و مواخذہ اس کا مجھ سے نہیں کرتے معمولی افہام و تفہیم سے کام لے رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میری منصبی ذمہ داری یہی ہے اور میں ماسور و معذور ہوں تو بہر حال فریقین کی مصالحت کے بعد میں حضرت سے ان اقدامات کی معافی مانگ لوں گا میرا غم وہ ان کے کرم سے مان لیں گے۔ جو آخر وقت تک اسی شک میں رہا کہ جنگ نہ ہوگی۔ معمولی چھپر چھار ہو کر رہ جائے گی۔ چنانچہ رجعت کے عین محل پر اس نے عجب حسرت بغیر لہجہ میں لبس سعد سے پوچھا کہ "اصحابك اذا مقاتل انت هذا الرجل" یعنی جس وقت عمر سعد نے تنظیم جیوش کے بعد اودھر کو تمیم و ہمدان کا سردار بنانے کے بعد اور یمنہ پر حجاج میرہ بر شمر سواروں پر عرز و بن قیس پیدا دوں پر شیت بن رہی کہو امیر بنانے اور ایت لشکر لپنے غلام درید کو دینے کے بعد اقدامات جنگ کا ایشاہ کیا تو سبھوں نے امام حسین سے جنگ میں اقدام کیا الما لخر جز ادھر تو سارے لشکر نے پہاؤ

حسینی کی طرف جنبش کی اور ادھر حر پسر سرد کے پاس آکر بولا خدا تجھے صلاحیت عطا کرے کیا تو واقعی اس خزیب سے لڑنے کی ٹھان چکا اس مردود نے روکھا جواب دیا کہ "الحی و اللہ قتالاً ایسروہ ان تستطیر الرقص و تلحح الادیبی ہاں بخدا ایسا ویسا قتال سرگرمی کے ہاتھ کہیں گے حر نے مایوسانہ لہجے میں کہا ان کی پیش کردہ شرطوں میں کوئی بھی تامل قبول نہیں عم نے کہا کیا کروں بخدا میرے ہاتھ میں کام چھوڑ دیا جائے تو میں ضرور ایسا کروں مگر تمہارا امیر جو راضی نہیں ہوتا حر مایوس اور غضبناک ہو کر ہونٹ چباتا ادھر سے پلٹا اور سچے گیا کہ میں نے بڑی بھاری چوٹ کھائی ہے تلافی کا موقع ہاتھ سے جا رہا ہے تو حضور یہ جنگ اس کے نزدیک خلاف توقع تھی بہر حال مقصود یہ کہ اس نے جب جاہ و حفظ منصب میں زبردست ٹھوکر کھائی مگر اس کا سستی یا مخالف آل رسول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ واقعات اس کا ساتھ نہیں دیتے اور تلافی مانات تو لب لباب نے اپنا حصہ کر لیا خلاصہ یہ کہ حر یہ سوچتا رہا کہ اگر میں اک دم سے اپنے ایمان اور اعتقاد کو امام حسینؑ کے ساتھ ظاہر کر دوں اور اتباع ابن زیاد سے باہر ہو جاؤں یا فرض کے ادا کرنے میں کستی کروں تو اسی وقت عہدہ ہاتھ سے جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر بعد میں حسینؑ سے صلح ہو گئی اور اس نے ان سے بیعت لے کر چھوڑ دیا تو حضرت تو مع الخیر اپنے رفتار سمیت اپنے وطن کو مراجعت فرمائیں گے مجھے کوئی نہیں رہنا ہے نبی امیہ کی عبودت کے زیر اثر زندگی بسر کرنا میرا منصب وغیرہ تو ایک طرف اس کا تو پھر خواب نہ دکھیں گا جان مال آل اہر و کابچنا بھی تو محال ہو گا اور کوئی اداس کے دبیع کی ریاست امارت تو خیر بڑی بات ہے وہ کجا اور پھر میں کجا اور قتل حسین کوئی ایسی چیز نہیں معاویہ شخص حسن کو قتل نہ کر سکا مادہ کھلم کھلا شہید کرنے سے عاجز و قاصر رہا ہر کاہانڈھونڈھنا پڑا وہ بھی انہیں کی گھر والی کو طعہ دیکر اور اپنا خاندانی اثر ڈال کر تو یزید تو پھر یزید ہے ابھی تو خیر ہے وہ بھلا کیا تاب رکھتا ہے کہ با جبر حسین کو قتل یا امیر

کر سکے تو قتل تو بہر حال نہوں گے لیکن میری تو ساری دنیا بدل جائے گی یہ تو اگر صلح ہو جائے تو میں کلہے کو اپنی موجودہ ریاست و امارت کو کھوؤں اور اتنے بڑے لشکر کی قیادت سے ہاتھ دھوؤں اور اتنے بڑے قبیلہ کی ریاست مفت میں کھوؤں اور جان و مال و آبرو کو خطرہ میں ڈالوں اور ہر چیز بخت حسینؑ پر قربان کر دوں یہ دھوکہ ضرور اس نے کھایا اور اس میں کوئی براہ راست الزام قتل حسینؑ کا اس پر عائد نہیں ہوتا بہر حال وہ شیعہ تھا اور آباؤ اجداد ہی شیعہ تھا اس کا خاندان کا خاندان شیعہ تھا اور ان بیوت سے تھا جو گھر شیعہ کے واسطے کوفہ میں معروف و مشہور تھے۔ انہیں بیوت کے رجال میں سے تھا جن کی شہرت اس دورِ فتن میں طشت از بام تھی اور زیادہ ان زیادہ ان سے تعرض خلاف مصلحت جانتے اور احترام کو از حبلہ لازم حکومت بلکہ اپنی نوازش کا یقین دلاتے حکام وقت ہو کر سر آمد وہ شیعیان حیدر گدار کی عبادت کو جاتے تھے لہذا یہ بھی تو ہم ہی تو ہم ہے کہ شیعہ ہوتا تو اتنی بڑی سپاہ کا منتر کیسا اور رابع کوفہ کی ریاست کیسی پھر اس زمانہ میں ایسی مثالیں اور بھی ہیں جو کہ فنی و عربی مسلمانوں نے بھی بہت کچھ باوجود شیعیت کے ابن زیاد و غیر کے قلوب پر سک بٹھایا ہو گا۔ کام کا آدمی چھوڑا نہیں جاتا تو وہ اعلانی شیعہ تھا اور کل کے کل آل یربوع شیعہ علیؑ ان کے حروب ثلاثہ میں ان کے انصار میں سے تھے جیسا کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے لیکن مشہور قائد اور صاحب ریاست عامر کے لئے بوجہ اہتمام حکومت بغیر بے موق و سخت گیری حفظ ریاست و تمکن و قیادت میسر ممکن نہیں کہاں تک حکام مذہبی حمایت و رعایت کر سکتے ہیں حراپے مذہبی معتقدات کو ہر جگہ ظاہر اور واضح نہیں کر سکتا تھا اس سے اس کے عدم ایمان اور فقدان مودت القرظی و انحراف از حسینؑ پر اور اعراب ان الظالمین اور حزب الجارین اور سختی ہونے پر اور بعد میں نادم ہو کر عقیدہ بدلنے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا عارف و ناقد بعیر اور معتق ضمیر ایسی بات نہیں کہہ سکتا بدین طاؤس علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یدہ علیؑ را سہ مرا تاہم سے پوچھتے

تھا اور روتے ہوئے چلا آ رہا تھا یعنی سر پر ہاتھ دھر کے روتا اور بچھتا تا تھا اور کہتا تھا "اللہ صبر الیک بت قلب علی فقد اسرعت قلوب اولیائک و اولاد بنت ذینک الہی توبہ ہائے غضب توبہ توبہ میرے اللہ میری توبہ قبول کر لے ہائے میں نے یہ کیا کیا کہ تیرے اولیاء اور تیرے نبیؐ کی اولاد کو مر یوب اور خائف و ترسان کیا۔ کیا اتنوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جو حُر کی اس فریاد استغاثہ پر متنبہ ہو کر خواب غفلت سے چونکے۔ ہیں مگر وہ بہت کم وہ بھی آہے ہیں موقع کے منتظر ہیں یہ بہتر ۲۲ کی تعداد انہیں کے آنے سے پوری ہوگی شاہ کم سپاہ کے ثلث نامر فوج اعدا میں تھے یعنی ۲۲ / ۲۳ / در زاد ہر کئی تھے العرمن فلما حرقی من الحیین و اھمیایہ قلب تواسیہ وسلم علیہم پھر جب حسینؑ اور حسینوں کے پاس پہنچا تو دعواللہ دی اور سب کو سلام کیا طبری میں ہے کہ لوگوں نے پہچانا ارے یہ تو حُر ہے حُر نے در ہی سے سلام کرنا گویا پیام سلامتی دینا شروع کیا گویا مفہوم سلام کو ادا کیا اور مفاد سلام کو بجا لایا کہ میں اذروئے بازو ہای نہیں آ رہا ہوں سلامتی خواہ ہوں، یہی اسلام سنت الاسلام کا مفاد و مقصد و مفہوم ہے بلکہ یہی معنی اسلام ہیں سلام پیامی سلامتی سے طرفین کے لئے ضمانت سلامتی یہ مطلب ادا نہ ہو تو رسمی سلام ہے بے معنی ہے بلکہ بے ایمانی ہے اور غلاری اور آداب و تسلیم و بندگی کا تو کچھ مطلب نہیں رہید رکھتے ہیں کہ حُر نے لودا عتذار عرض کی۔

فَاذْكَرْتُمْ اَوْلَادِي مِنْ خُرُوجِ عَلِيٍّ فَاذْنُ لِي اِنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ قَتِيلٍ مِثْلِي يَدِيكَ

لعلى اكون من بين يافح حدك محمداً عداً في القيامة

حُر نے کہا فرزند رسولؐ :- جعلني فداك الله يا ابن رسول الله انا صاحبك

الذي جنتك عن الرجوع و سارتك في الطريق و جوجعت بك في هذا

المكان والذی لا اله الا هو ما فلتنت ان القوم يترد حرن عليك ما

عزمت عليهم ابدلاً و سيلون منك هذا المنزلة فقلت نفسي يا ابا لي ان

اصابع القوم فی بعض امرهم ولا یظنون انی خرجت من طاعتهم واما
هم فسیتلون من الحبیئین هذا الخصال التي بعرض علیهم والذات فی لو
فلنت الهم لا یقبلون لها منک ما رکتها منک۔

ہم آپ سے قربان۔ میں وہی تو ہوں جس نے حضور کی راہ رو کی آپ کو گھبرا
اور مرجھت سے مانع ہوا اور آپ کو کسی پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دیا اور سختی سے یہاں پر
اتار کے چھوڑا۔ اور یہاں بھی سخت گیر رکھا یا بنی رسول اللہ خدا سے وعدہ لائے کہ آپ کو
کی قسم اس کا تو مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ مردود آپ کی ہر بات اور شرط کو متروک
کر دیں گے اور حضور ایسی ہستی اور شخصیت سے ایسی فاش بدسلوکی اور غداری ...
کر میں گے اور یہ نوبت پہنچے گی۔ اب حرا اپنے اس دقت تک کے مسلک کو بے نقاب
اور عریان کر رہا ہے اس مصلحت کی مدت ختم ہو چکی ہے حُر کا مذہب عتیدہ اہل بیت
اس کی شیعیت، حسینیت کو اس کے ان جملوں سے معلوم کیجئے جس کو وہ بلا تقیہ اب اپنے
امام سے بیان کر رہا ہے کہتا ہے میرے آقا آغاز امر میں میں نے یہ سوچا تھا کہ میں ان
سے ملا جلا ہوں ان کے بعض اقدامات میں ان کی مطابقت کروں تاکہ یہ لوگ مجھ سے
بدگمان نہ ہوں اس میں حرج کیا ہے ورنہ یہ لوگ سمجھیں گے کہ میں طاعت امیر سے باہر ہو
گیا ہوں اور مجھے یہ گمان غالب تھا کہ یہ لوگ ہمزور بالضرور آپ کی پیش کردہ شرائط کو
قبول کر لیں گے اور معاذ اللہ قتل کی جرأت کا تو مجھے قطعاً گمان اور تصور بھی نہ تھا۔
جو میں یہ جانتا کہ رد کر دیں گے اور قتل کر دیں گے تو ہرگز ہرگز ان امور کا ارتکاب آپ
کے ساتھ نہ کرنا وہ یہ یقین دلانا چاہتا ہے کہ مجھے خوف تھا کہ اگر فوج کی کمان میرے ہاتھ
سے دوسرے ہاتھ میں پہنچ گئی تو مبادا خلاف شان بے حرمتی کا ظہور ہو اور کوئی
نا روا اقدام کیا جائے جس سے حضور کا کوئی ندیاں مہلا ہو اور اگر میں ڈھیل دیتا تو یقیناً
یہ فوج جو حضور کے روکنے کے لئے بھیجی گئی تھی دوسرے کمانڈر کے کف کفایت میں سپرد

ہو جاتی جس سے حضور کے دشمنوں کو آسیب پہنچنے کا فوری گمان تھا پس میں نے باصطحت سمجھا کہ اپنی سرداری کو حضور کی حفظ جان اور سلامتی کے لئے معرض خطر میں نہ ڈالوں اور حضور کو اپنی نگرانی اور حفاظت میں رکھوں تاکہ کوئی دشمن گزند پہنچانے پر قادر نہ ہو سکے اتنی طویل... تقریر کا سر کو موقع نہ تھا لیکن اس کے جامع و مانع الفاظ کی ترجمانی تو یہی ہو سکتی ہے۔ جس صورت سے میں نے کی اور میری یہ توجہ استدلال سے باہر اور طبیعی و کالت یا کلفت نہیں سمجھی جاسکتی۔ پھر کہتا ہے وافی قد حیدرت قابلاً مما کان منی والی مرئی وهو ایسا لک بنفسی حتی اموت بن ید یدہ اقمہوی خالدک توبتہ

اب میں راہ راست پر آیا ہوں آپ کے سامنے تائب ہو کر آپ کے روبرو جان دینا چاہتا ہوں کیا کوئی توبہ قبول ہونے کی سبیل آپ کے نزدیک ہے قال نعم یتوب اللہ علیک ویغفر ذک فانزل - فرمایا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں خدا توبہ بھی قبول کرنے والا ہے۔ اور بخشنے والا بھی آخر تو کون ہے تیرا نام کیا ہے۔ عرض کی حرّ آپ کا گنہگار تائب ہو کر آیا ہے۔ فرمایا واہ تیری ماں نے کیا خوب تیرا نام رکھا ہے "انت حرفی الدنیا والآخرۃ یہ راہ میں ماں کا نام لینے پر حرّ کے بگڑنے کا جواب ہے اور اس کے برا ماننے کی تلافی عافیت اب اس کی ماں کی اور خود اس کی مدح ہو رہی ہے اس دن ماں کو سوگ نشین کر آیا تھا آج ماں کی فراسنت کی داد دی جا رہی ہے کہ ایسا حسب حال بھرتا ہوا نام رکھا جو اسلامیت کی دنیا اپنے میں پنہاں رکھے تھی امام حسین نے فرمایا اچھا گھوڑے سے اتر کر نے کہا میرا سوار بننا اترنے سے آپ کے لئے مفید تر ہے اور میرے لئے لازم تر یا بنی رسول اللہ جیسے میں نے اول اول آپ پر خر دج کیا ویسے ہی مجھے شہید بھی اولیٰ ہونا چاہیئے تاکہ قیامت کے روز آپ کے ناما محمد مصطفیٰ سے مصداقہ کرنے والوں میں ہوں ذاب آئیکھا کھلیں شہادت اور نصرت کا اجر و ثواب اب یاد آیا۔

میں نے یہ ٹھان لی ہے کہ اسی گھوڑے پر سوار رہ کر آپ سے اذن لے کر اشقیان

امت سے جنگ و پیکاروں کا اور پشتِ زین سے مر کے اتروں گا اس وقت جبکہ باگ فرس ہاتھ سے چھٹ چکی ہوگی بنفیں ڈوب چکی ہوں گی تارنفس ٹوٹ چکا ہوگا امام نے فرمایا خیر بہتر ہے جو مناسب ہو اگر یہی رائے ہے تو بسم اللہ سیدھا دوس فرماتے ہیں جرح کا مقصود اولین کشتہ ہونے سے اب سے بعد ہے کیونکہ ایک جہاوت اس کے آنے سے پہلے شہادت میں سبقت کر چکی ہے جیسا کہ وارد ہے۔

حراپنے لشکر اور اصحاب کے سامنے لہجورناصح مشفق " فاستقدمہ اہام
اصحابہ ثم قال ایلہما القوم الا تقبلون من حسین خصلۃ من هذا الخصال
التي عرض علیکم فی عاینکم اللہ من حویہ و قتالہ۔ اپنے قدیم اور گمراہ ساتھیوں
کی طرف بڑھا لشکر ابن سعد کی طرف فرس کو جولاں کیا تاکہ سپاہ کو الٹ پیٹ کے رکھ دے
سامنے آ کے پہلے مستفانہ موصوالت کی اے قوم مرد بنو کیا تم اس غریب کی چند پیش کردہ
شرطوں میں سے کسی کو بھی نہیں قبول کر سکتے تاکہ بنو اللہ تم اس سے جنگ کر کے مواخذہ وارنہ
ہوا ورضہ اتم کو اس وبال سے عافیت بخشے سب نے کہا۔ امیر ابن سعد سے جو کچھ کہنا ہے، کہو
حرنے پیر سعد سے اپنی گفتگو کا اعادہ کیا اور مکررتہندگی

قال عمر حرمصت ولو وهدت ائی ذالک سبیل ا فعلت۔ عمر بولا میں
تو خود اس امر پر بے حمد حریوں اور مصریوں آکر کوئی راہ نکل آتی تو بالضرور ایسا کرتا
نہیں حرنے اس گروہ اشتراد سے خطاب کیا اور غماندہ سخت بن کر شکوہ بانہ انداز سے کہنے
لگا کہ اے اہل کوفہ جو مائیں تم سے فرزندان نامہ موارجین ان کا بانجھ رہنا بہتر اور سوگ نشیں
ہو کر ان کا اشک عزا برسانا خوب تر دعوتہ ابن رسول اللہ حتی اذا اتکم المسلموہ
تم نے ابن رسول اللہ چشمہ چراغ دنا زہر و دردہ بتول علیہ السلام کو دعوت دی ہے اور
جہان بلایا اور جب وہ آیا تو اس کو سلام نہیں کرتے اور اس کو قتل کے سپرد کر دیا اسکو
قتل کرنے کو گھوڑا لیا۔ اس پر راہیں بند کر دیں کسی دودر دراز ملک میں بھی نکل نہیں جاتے تھے

سہرا اپنے اہل بیت سمیت کہیں پناہ لے " نامیوح فی ایڈیکم کالاسیر لایمیلٹ نفسہ
 نفعاً ولا یبدفع ضرراً " آج قہارے درمیان ایسی مصیبت خیر سحر کی ہے کہ تمہارے ہاتھوں میں
 اپنے کو اسیر دبانہ دیکھ رہے کسی نفع و دفع و ضرر پر قادر نہیں تم اس پر اور اس کے نفع و
 بچوں پر اور اس کی بیچاری ٹورنوں اور اس کے جملہ اصحاب پر بری طرح بندش آب کر رکھی ہے
 جس خزاں سے یہ رود غاری کتے " سور تک پانی پی رہے ہیں تم نے اس سے ان بچوں کو
 محروم کر رکھا ہے فہا ہم قد صرعہم العطش بئسما خلفتم محمداً فی ذلک ایبتہ لا
 سقاکم اللہ یوم النظار ہا ان لم تتولوا وتذرعوا انتم علیہ من یومکم ہذ خلیت
 علیہ رجال تمیہ بالنبل تا قبل حتی وقف امامہ الحسین " کہتا ہے کہ لے قوم ،
 اشتبا دیکھو یہ ماہ عطش کے شدت نصف سے پہوش پڑے ہیں تم نے بعد رسول ان کی ذیت
 طاہرہ سے بڑا ہی برا سلوک کیا خدا تم کو محض میں بیاس والے دن میں سیراب نہ کرے اگر تم توبہ
 نہ کرو اور اپنی بدکاری پڑے دہو حرکی اس لعن طعن پر جلتے سر بگیاں ہونے کے لشکر
 ابن سعد کے پیادوں کے کمانداروں نے تیر بارانی شروع کی اور اس پر حملہ کر دیا وہ کمال
 منانت پلٹ کے پیش امام آکھڑا ہو گیا یزید بن سفیان شمری (از بنی حرث بن تمیم) کہتا
 ہے۔ بخدا میں اگر حر کو سپاہ شام سے سوئے حسین جاتے وقت دیکھ لیتا تو اس کی پشت
 نیزہ سے چمید لیتا الغرض راوی کہتا ہے کہ خوش غائے جنگ میں جبکہ لوگ فرس کو جولاں کر رہے
 تھے اور جدال و قتال سے ایک دوسرے کو کشتہ کر رہے تھے حر بھی حملے پر حملے کرنا تھا اور
 صفوں کو ٹوڑنا تھا اور رجز پڑھتا تھا۔

حُر کی شجاعت

دفعاً حُر کے گھوڑے نے اپنے کانوں اور ابروؤں پر سخت ضرب کھائی اور فرس کے سینہ پر حُر کی سیل جاری تھی حسین بن تیمم تمیمی نے یزید بن سفیان شقری نے کہا ہذا الحور الذی کنت تمنئنی نوکھائی یہ وہی حُر ہے جس کی تم کھارو تھی اور جس کو تم چھیننا چاہتے تھے اس نے کہا ہاں ہاں ٹھیک کہتے ہو لو میں بڑھا یہ کہہ کر اس نے فرس کو چھوڑا اور حُر کی طرف بڑھا کہا اھل لکے یا حورنی المبارزہ۔ آیا رغبت مبارزت ہے قال نعم قد شرت، حُر نے کہا ذھو المرادہ پھراس کے بعد رو برو ہوئے۔ حسین کا بیان ہے کہ بچا میں دیکھ رہا تھا کہ اس کی جان کے قبضہ میں ہے۔ گویا موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ میں نے اس کو کھنٹے تو دیکھا پھر مقتول ہی دیکھا حُر نے یزید رنگ اسے مار ڈالا ابوبانخنف کا بیان ہے کہ ایوب بن مشرح خزائی کہتا ہے جال الحور علی فرسہ فرمیتہ لبھم فحنتا فرسہ فما لبثت احاداً عد الفرس واضطر وکنا فوثب عنه الحور کانه لیث والسیف فی یدہ وهو یقول (رجن ان تعقروا بی فابن الحور یا شجع من ذی لبید یھز جن حُر اپنے سمند ناز پر جولانی کر رہا تھا میں نے پے کر دیا اور ایک تیرا سے ایسا مارا جو گھوڑے کے دل میں در آیا فوراً گھوڑے نے صیغہ کیا اور زکر بقیق را ہو کر گرا پس حُر قاش زین سے اچھل کے زمین پر کود پڑا اور اپنے کو گر کر بے قابو نہیں ہوئے دیا اور حُر گویا اس وقت ایک شیر غضبناک تھا جو تلوار گھا گھا کے رجز پڑھ رہا تھا رجز کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر مجھے گھوڑے سے اسے پے کر کے اتار

یہ تو کیا ہوا گھوڑے سے گرنا حسب سب سے گرنا تو نہیں۔ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں۔ اسے ہجاری مردانگی کچھ ڈیران مرکب سے نہیں بلکہ بزرگوں کے خون سے ہے۔ جو میری رگوں میں ایمان کے ساتھ دوڑ رہا ہے زادی کہتلے کے میں نے تو حرکتی طرح حرب و ضرب کرنے والا نہیں دیکھا۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ بعد شہادت حبیب حر پیادہ جنگ کر رہا تھا اور رجز پڑھ رہا تھا۔ (ربز) "الیت لاقتل حتی اقتلا ولینامای الیوم الامقبلا فتو یصم السیف فی یامقبلا لانا کلا نینعم ولا مھلا لینیر کشتوں کے پتے لگائے ہرگز مقتول نہ ہوگا بجز سامنے اور کہیں اپنے کو صدر نہ پہنچے دونوں کا یعنی غلام کران ہوں پشت زمرڈوں کا شمشیر زنی کرتے کرتے بند بند جدا کر دوں گا ان مستوجب قتل مردم کو مارنے اور ان کا خون بہانے میں کچھ بھی جھجک یا بیم سے ہراس نہ کروں گا آپ جانتے ہیں یہ سب غصہ کا ہے کا ہے بات یہ ہے کہ حبیب کو ہمت نماز مانگنے کے سلسلہ میں جو مارا ہے تو یہ اسی کا سارا غصہ ہے جو شہ ایمانی اور تعصب دینی حرر رجز پڑھتا ہے۔

اذا نانا الحرد وھاذا فی الفیف اھرب فی امر انکم بالسیف۔

میں حر ہوں حر ہمانوں کا بلجا ماوا اور رسم مہمانی سے خوب واقف ہوں، جو میری ضرب شمشیر کھاتے کچھ باک نہیں جو میری شمشیر سے اراض اور اپنی محافظت کی کوشش کرے گا نوک شمشیر پر اسے تول لوں گا یہ حر کے انچھ ہیں۔ ان ظالم میرانوں پر اور انکی غداری کا تذکرہ یہ کہہ کر کہ میں مہمان نواز ہوں رسم مہمان نوازی سے واقف ہوں تم مہمان کش ہو۔ غرض کہ اس طرح نہ بیوقوفین کی ہجاری میں قتال کرتا رہا۔ ساعت بھر ایک دوسرے کی مدد کرتے اور نخص سے چھڑاتے رہے اور یہ دونوں شہید ہو گئے تھے آخر حر کو گھیر کے مار لیا گیا واضح ہو کہ یہ پہلا شہید نہیں ہے شہید اول مسلم بن عویص ہیں حر آیا فرزد تھا اول وقت مگر وہ ظہر کے وقت تک برابر پیکار میں

مصرف دبا اور آخر میں بعد شہادت حبیب زبیر تین کے ساتھ محارمت کی اور اسی سلسلہ میں شہادت پائی چونکہ امام حسین نے صبح کے وقت وہ فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا تھا کہ ویسے فصاحت و بلاغت اس سے پہلے اگر سنی گئی ہوگی تو پھر حمزہ یا علی و حسن سے سنی گئی ہوگی۔ ورنہ سامعین تو انکار کرتے ہیں کہ ہم نے اس سے قبل کسی ایسے شکلم فصیح کو نہیں سنا۔ خیر اسی درد آمیز خطبہ سے متاثر ہو کر حر نے ادھر آنے کا فیصلہ کیا اور حبیب امام نے آواز استغاثہ بلندی یہ بخملا اور استغاثہ کے پہلا استغاثہ ہے اسی نے حر کے اس اٹھے ہوئے دل کو جو خطبہ سکر اٹھا اور اٹھایا اور فوراً روانہ ہوا اور کھڑے کھڑے اُن جہاد بھی لیا اور بیٹے کو پہلے شہید کر کے زرا نہ بھی ادا کیا پھر برابر شجاعت کے جوہر دکھاتا ہوا آخر میں قبل شہادت زبیر اور بعد شہادت حبیب شہید ہوا اس سے زیادہ کسی کو جو ہر شجاعت دکھانے کا موقع نہیں ملا اتنی دیر کوئی میدان میں نہیں ٹھہرا یا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حر حضرت کو منزل بے آب و گیاہ میں اتارنے پر تعجب حکم ابن زیاد پر مہر تھا تو زبیر نے حر کے لشکر سے امام علیہ السلام کو ٹھہرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اس وقت موجودہ مخالف لشکر سے مقابلہ آسان ہے پھر جو سپاہ آنے والی ہے اس سے تاب مقاومت نہ لاسکیں گے امام نے فرمایا تھا یہ تو تم سچ کہتے ہو مگر ابدلے جنگ میری طرف سے نہ ہونی چاہیے اب انہیں اس وقت زبیر کی رفاقت میں حر کو جنگ کی نوبت آ رہی ہے جنہوں نے حر کے خلاف مشورہ جنگ امام حسین کو دیا تھا۔ (حسین کا ماتم بہان عزیز حر کی لاش پر) حر جیسے ہی زمین پر گر کر اصحاب حسین نے اس کی لاش زمین سے اٹھائی حسین کے سامنے لا کر رکھ دی امام اس کے خاک و خون بھرے چہرے سے ہاتھ پھیر کر غبار چھڑانے لگے پھر حبیب سے سوال نکال کر جسم حر کا خون پوچھنے لگے۔ بالین سرفراز ہے تھے انت کما استمدک احدک المر فی الدنیاء والاخرہ سعید فی الاخرہ۔ اے حر تیری ماں نے تیرا نام رکھنے میں غلطی نہیں کی۔ خوب نام رکھا تو اسم با سنی حر تھا تو ویسا ہی حر تھا جیسا کہ تیری ماں نے تیرا

نام رکھا تھا تو دین و دنیا میں حربے تو آخرت میں سید و نیک اختر ہے۔ حق مغفرت کرے۔
عجیب آزاد مرد تھا "بگڑے بن جلتے ہیں جب نفل خدا ہوتا ہے۔ یہ مثل خاص حر کے لئے
بنا برصفت بعض روایات حر میں رتق جان باقی تھی اور وہ کلمات امام سنا ہوگا اور مکر اتا
ہوادم توڑتا ہوگا اور دل ہی دل میں امام کے خلق و کم و صروت کی داد دے رہا ہوگا
کہ باوجود زور و بید اللہ میرے تحکم کو کیوں نظر انداز کرے ہے تھے جواب اس نتیجے سے واقف
ہوا ہوگا کہ امام کیوں اس کی جراتوں کو درگزر فرما رہے تھے امام حسین علم امامت سے
انجام حر سے واقف تھے کہ یہ ہمارا ہے اور ہمارے دشمنوں کا نہیں ہے مجھے علم امامت ہے اور
یہ اس علم و آند سے بے بہرہ ہے یہ ناواقفیت میں سب کچھ کر رہا ہے اور کر سکتا ہے۔
اس کے روکھے پن کا جواب روکھے پن سے باوصف نظر انجام رکھنے کے نہیں دے سکتا یہ میرا
مہمان تو ہوگا اس وقت جبکہ میں ایک جام آب سے بھی نسیافت پر قادر نہ ہوں گا خلق
امامت ایک دم سے اس انجام سے جشم پوشی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے اپنے مہمان کی بے وفائی
کا جواب بے مروتی سے کیسے دے سکتا تھا۔ چاہے انجام سے واقف نہ تھا اس لئے وہ روکھا
پن امام حسین سے بہت سکتا تھا جیسا کہ برتالا علی میں۔

حر کا ماتم اور مرثیہ

سید بن جملہ لا تفسیہ ولا الحوائی واسلی نہید

علی قر سید حنفی اور حر کو بھول نہ جائے گا جبکہ انہوں نے

خونگی میں نہر تین سے مہاسات کی اور ہر طرح کی امداد حر اور نہر دونوں ایک دوسرے کی
پشتبانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ جب ان میں سے ایک لہہ حرب میں غوطہ کھانا تھا تو دوسرا
نتیجاً لنگ کر پہنچتا تھا اور اس کو دشمن کی گروہ سے خلاصی دلاتا تھا اس طرح امام قرآن
ہیں نعم المحر حرین ریاح + صبر و عن مختلف الریاح کیا کہتے ہیں جسے یا ہی کے صابر و پرنیک

تھا نیزوں کے چلنے کے وقت روشن شود ہزار چراغ از نیتہ والنعمۃ الحمد لہ اذ قادلے جینا
 مجاہد بنفسہ عند العباس والکفاح رہے نہیب کر کہ اس نے اس وقت حسینؑ پر جان نثار
 کی اور اپنے کو فدیہ حسینؑ بنایا جبکہ جنگ جویوں کی مددوں سے مبارز علیوں کے صیحوں سے
 فضا میں ہنگامہ و غلغلہ عظیم برپا تھا تنہا کے شرف کی دعا فرماتے ہیں فیلہبہ انفسہ فی جان فرجہ
 مع اللوح الملاح پروردگار اہم تو کچھ اس وقت حر کی ہمانی کر کے اتنی فرمت دہی نہ کچھ سامان
 ضیافت تھا۔ لیکن رزاق مطلق تو ہمارے ہمان کو حبت میں (ہمان فاطمہؑ کو اور) اسے اپنے حوار
 رحمت میں حوران میکح سے ہم آغوش کر آخری شرف قائمات میں آپ پر سلام وارد ہوا ہے۔
 السلام علیٰ حسین یزید السہیمی